UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226271

UNIVERSAL
LIBRARY

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

بتوفیق اللہ الواحد مکتوبات مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم مسمی بہ

تصفیۃ العقائد

دو مکتوب بخطاب سر سید احمد خاں سی ایس آئی و یکے در باب تقلید المذاہب

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

۲۹۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوۃ کے بعد طالب نجات محمد حیات عرض کرتا ہی کچھ عرصہ گزرا کہ جناب مولنا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور سید احمد خان صاحب سی ایس آئی کے درمیان پیرجی محمد عارف صاحب کے توسط سے ایک مراسلت دربارۂ عقائد اسلام ہوئی تھی - ازبس کہ مولنا ممدوح یادگار سلف و افتخار خلف ہین اور اس زمانہ مین کہ علوم اسلامیہ کو تنزل ہوگیا ہی ایسے عالم ربانی اور فاضل حقانی جو شرع اسلام کے غوامض و نکات کی تہ کو سمجھین اور کمالات ظاہر و باطن کے مظہر ہون نہایت مغتنمات سے ہین لہذا مینے خیال کیا کہ حضرت موصوف کا کلام فیض نظام جو صدق و دیانت اور استحسان و متانت سے بھرا ہوا ہی اور محض صلاح و سداد و ہمدردی و وداد کی نیت سے ہے معرض طبع مین آوے تاکہ ہمارے معاصرین علوم جدیدہ کی درخشانی اور نئی روشنی کی براقی سے خیرہ نہون بلکہ عقاید اسلام کی اصلی تنویر اور حقیقی ضیا سے چشم بصیرت کو روشن کرین اور نیز سید صاحب ممدوح جو تصفیہ تہذیب عقاید اسلام مین صرف محبت و دلسوزی اور قومی ترقی حال و مآل کی نظر سے چاہتے ہین اُنکا اندازہ اہل روزگار بخوبی کرسکین تعصب اور نفسانیت مین مبتلا نہون کیونکہ جو امر حق درست ہے اُسکو بلاشبہہ اختیار کرنا اور نقص و زوائد سے بچنا چاہئے - اس مراسلت کے طبع سے میرا یہ مطلب نہین ہے کہ اسکے ملاحظہ سے کسی کی نسبت مباہات و تفاخر اور کسی سے مخالفت و تنافر ظاہر ہو بلکہ ناظرین سے التجا کرتا ہون کہ وہ بالالحاظ اس امر کے کہ متکلم کون ہی کلام سے نصیحت و برکت حاصل کرین اور نہ یہ بات ہی کہ موافقت و مخالفت کے اعتبار سے محض دل خوش کرنے کے لئے یہ مراسلے چھاپے جاتے ہین - مین توقع رکھتا ہون کہ عقاید اسلام کے حقایق سمجھنے مین اس تحریر سے اہل بینش کو تصفیہ حاصل ہوگا اور اُسی نظر سے نام بھی اسکا تصفیۃ العقائد رکھدیا گیا ⁂

خط سید احمد خان صاحب - سی - ایس - آئی

جناب پیر جی صاحب مخدوم مکرّم سلامت - بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہی کہ بزرگان سہارنپور نے جو نوازش و دلسوزی میرے حال زار پر کی جسکا ذکر آپنے مجھسے فرمایا مین دل سے اُنکا شکر ادا کرتا ہون اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاوین تو میری سعادت ہی مین اُنکی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھونگا مگر اسوقت مرزا غالب کا ایک شعر مجھے یاد آیا ہے وہو ہذا + ع

حضرت ناصح جو آوین دیدۂ و دل فرش راہ کوئی مجھکو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھاوینگے کیا

جناب من میری تمام تحریرین جنکے سبب مین کافر و مرتد ٹھیرا ہون اور وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے ساتھ کفر جمع ہوا ہی جو میرے نزدیک محالات سے ہے چند اصول پر مبنی ہین اگر آپ مناسب سمجھین تو اون اُصولون کو بزرگان سہارنپور کی خدمتمین بھیجدین اگر اُن مین کچھ غلطی ہے تو بلا شبہہ نصیحت ناصح کارگر ہوگی ورنہ ایسا نہو کہ ناصح ہی مجھسے ہوجاوین + اور وہ اصول یہ ہین +

اول - خداے واحد ذو الجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہی +

دویم - اُسکا کلام اور جسکو کہ اُس نے رسالت پر مبعوث کیا اُسکا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ نہین ہوسکتا +

سیوم - قرآن مجید بلا شبہہ کلام الٰہی ہے کوئی حرف اُسکا نہ خلاف حقیقت ہے اور نہ خلاف واقعہ -

چہارم - قرآن مجید کی جسقدر آیات کہ ہمکو بظاہر خلاف حقیقت یا خلاف واقع معلوم ہوتی ہین وہ دو حال سے خالی نہین یا تو اُن آیات کا مطلب سمجھنے مین ہمسے غلطی ہوئی ہی یا جسکو ہمنے حقیقت اور واقع سمجھا ہے اُسی مین غلطی کی ہی - اسکے برخلاف کسی محدث یا مفسر کا قول قابل تسلیم نہین ہے +

پنجم - جسقدر کلام الٰہی جناب پیغمبر خدا صلعم پر نازل ہوا وہ سب بین الدفتین موجود ہی ایک حرف بھی اُس سے خارج نہین ہی اگر ہو تو کوئی آیت قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہین رہتی کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رہ گئی ہو جو آیات موجودہ بین الدفتین کے برخلاف ہو فقط نہ ملنا کسی

آیت کا اسکی عدم وجود کی دلیل نہیں ہوسکتا +

ششم - کوئی انسان سوائے رسول خدا صلعم کے ایسا نہیں ہی جسکا قول وفعل بلا سند قول وفعل رسول کے دینیات مین قابل تسلیم ہو - یا جسکی عدم تسلیم سے کفر لازم آتا ہو اُسکے برخلاف اعتقاد رکھنا ترک فی النبوۃ ہے +

مقصود یہ ہی کہ جسطرح عام انسانون اور پیغمبر صلعم مین تفاوت ہی اُسیطرح اُنکے قول وفعل مین بھی تفاوت ہے +

ہفتم - دینیات مین سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اطاعت مین ہم مجبور ہین اور دنیاوی امور مین مجاز اس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہین فقط +

ہشتم - احکام منصوصہ احکام دین یا یقین ہین اور باقی مسائل اجتہادی اور قیاسی سب ظنی ہین -

نہم - انسان خارج از طاقت انسانی مکلف نہین ہوسکتا پس اگر وہ ایمان پر مکلف ہی تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُسکے وہ احکام جنپر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہون مثلاً ہم خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہین مگر اُسکی ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہین +

دہم - افعال ماموره فی نفسہ حسن ہین اور افعال ممنوعہ فی نفسہ قبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُنکی خواص حسن یا قبیح کے بتلانے والے ہین جیسیکہ طبیب جو دوا کی ضرر و نفع سے مطلع کردے اس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہئے جو افعال جوارح اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو +

یازدہم - تمام احکام مذہب اسلام کے فطرت کے مطابق ہین اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور سوجھا کے حق مین دیکھنا گناہ ٹھیر سکیگا +

دوازدہم - وہ قوا جو خدا تعالیٰ نے انسان مین پیدا کئے ہین اُن مین وہ قوا بھی ہین جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے محرک ہوتے ہین اور وہ قوت بھی ہی جو اُس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے - ان تمام قوا کے استعمال پر انسان مختار ہی مگر ازل سے خدا کے علم مین ہی کہ فلان انسان کن کن قوا کو اور کس کس طور پر کام مین لاویگا - اُسکے علم کے برخلاف ہرگز نہوگا مگر اس سے انسان اُن قوا کے استعمال یا ترک استعمال پر جبتک کہ وہ قوا قابل استعمال کے اُسمین ہین مجبور نہین متصور ہوسکتا +

سیزدہم ۔ دین احکام اُن مجموع احکام کا نام ہی جو یقینی من اللہ ہین فقط ؎

چہاردہم ۔ احکام دین اسلام دو قسم کے ہین ایک وہ جو اصلی احکام دین کے ہین اور وہ بالکل فطرت کے مطابق ہین دوسرے وہ جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہی مگر اطاعت اور عمل مین اُن دونو کا رتبہ برابر ہے +

پانزدہم ۔ تمام افعال و اقوال رسول خدا صلعم کے سچائی سی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کیطرف کرنی سخت بے ادبی ہے جسمین خوفِ کفر ہے +

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگون نے مصلحتِ وقت کے معنے سمجھے ہین یعنی ایسے قول یا فعل کو کام مین لانا جو درحقیقت بیجا تھا مگر مصلحتِ وقت کا لحاظ کر کر اُسکو کہدیا یا کر لیا اگرچہ اُنکے سوا اور چند اصول بھی ہین مگر آجتک جو کچھ تحریر ہوئی ہے وہ اکثر یا قریب کل کے سوا ایک آدھ مسئلہ کے انہین اصول پر مبنی ہے ۔ پس اگر بزرگان سہارنپور ان اصول کی غلطی سے مجھے مطلع فرماوینگے مین دل و جان سے شکر ادا کرونگا ۔ والسلام + سید احمد

جواب از طرف جناب مولٰنا مولوی محمد قاسم صاحب رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مجموعہ عنایات پیرجی محمد عارف صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم ۔
آج بندۂ درگاہ دلی سے میرٹھ واپس آیا تو مولوی محمد ہاشم صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب کا عنایت نامہ جو آیا رکھا تھا عنایت فرمایا ۔ کھولا تو آپکا خط اور جناب سید احمد خانصاحب کی ایک بڑی تحریر اندر سے نکلی شاید یہ قصہ اُس گفتگو کا نتیجہ ہے جو آخر ماہ شوال مین بمقام انبہٹہ مابین احقر و جناب ہوئی تھی سید صاحب کی تحریر سے کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ آپنے میرے آنیکا کچھ تذکرہ اُنسے کیا ہوگا مگر مجکو یاد نہین آتا کہ آپ نے کس بات سے سمجھا ہوگا اُسوقت کی عرض معروض کا ماحصل فقط اتنا ہی تھا کہ سید صاحب کی حالت مین ہان ملانا ہمسے جبھی متصور ہی کہ سید صاحب بہی اُن اقوال مشہورہ سے رجوع کرین جو اُنکی نسبت ہر کوئی گاتا پھرتا ہی اور سید صاحب نیز اصرار کئی جاتے ہین اور رجوع نہین فرماتے مگر آپ جانتے ہین ۔ کہ

یہ گذارش میری طرف سے اُنکی اُس استدعا کے جوابمین تھی جو آپنے دربارۂ شمول حال جناب سید صاحب
اس ناکام سے کی تھی۔ بہرحال آنے جانے کا کچھ مذکور نتھا آپ ہی فرمائین کہ ہمسے گرفتارون کو اتنی رہائی
کہان کہ بنا برین نیاز پیرا ادھر جائین۔ اور ہمسے بیچارون کو اتنی رسائی کہان کہ سید صاحب کے دردولت
تک نوبت پہنچائین اپنا مبلغ پرواز میرٹھ تک نہایت دلی ہے تسپر نقار خانے مین طوطی کی کون
سنتا ہے کیا آپکے خیال مین یہ بات آسکتی ہے کہ صدر الصدور اعظم ایک غریب سے مزدور کے طرفدار
ہو جائین ابھی حضرت امیرون کے ذہن و فہم و عقل و ادراک کے ہزارون گواہ ہوتے ہین غریبون کے
فہم و فراست کا کہین ایک بھی نہین سُنا۔ اس صورت مین کیونکر کہدیجے کہ سید صاحب ایک غریب سے
شیخ زادہ کی بات مان جائین ؎ کب وہ سنتے ہین کہانی میری + اور پھر وہ بھی زبانی میری +
ہمسے شکستہ حالون کی بات تو بہر موافق مصرع غالب ؎ مین کہونگا حال دل اور آپ فرمائینگے کیا +
ایسے عالی مراتب دانشمند ہرگز توجہ نہیں فرمایا کرتے باایہمہ ایسی چھیڑ چھاڑون مین کبھی نہین دیکھا
کہ کسی ادنے نے بھی کسی اعلے کی مانی ہو۔ اس صورت مین ایسی برعکسی کی کیا امید باندھیئے۔ پیرجی صاحب
یہ گمنام کبھی کسی سے نہین الجھتا اور الجھے بھی تو کیونکر الجھے وہ کونسی خوبی ہے جسپر کمر باندھ کر لڑنے
کو تیار ہو ایسی کیا ضرورت ہی کہ اپنے عمدہ مشاغل کو چھوڑ کر اس نفسا نفسی مین پھنسون ہان اس
مین کچھ شک نہین کہ سنی سنائی سید صاحب کی اولوالعزمی اور دردمندیِ اہلِ اسلام کا معتقد
ہون اور اس وجہ سے اُنکی نسبت اظہار محبت کرون تو بجا ہے مگر اتنا یا اس سے زیادہ اُنکی
فساد عقائد کو سُن سُن کر اُنکا شاکی اور اُنکی طرف سے رنجیدہ خاطر ہون مجکو اُنکی کمالِ دانش سے
یہ امید تھی کہ میرے اس رنج کو ثمرہ محبت سمجھکر تہ دل سے اپنے اقوال مین مجھسے استفسار کرینگے
باین خیال کہ گاہ باشد کہ کودک نادان + بغلط بر ہدف زند تیرے + اسطرف کو دل لگائینگے۔ مگر
اُنکی اس تحریر کو دیکھکر دل سرد ہو گیا۔ یہ یقین ہو گیا کہ کوئی کچھ کہو وہ اپنی وہی کہے جائینگے اُنکی انداز
تحریر سے یہ بات نمایان ہی کہ وہ اپنے خیالات کو ایسا سمجھتے مین کہ کبھی غلط نہ کہین گے۔ اس لئے
جی مین یہ آتا ہے کہ قلم ہاتھ سے ڈالدیجے۔ مگر کیا کرون آپکا تقاضا جدا جان کو کھائے جاتا ہے مولانا

محمد یعقوب صاحب کا ارشاد جدا ہی ڈراتا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل جب ایسے کہنے نہ دی تو تم کو روک روک کر
کچھ مختصر مختصر ایکبار عرض کر دینا مناسب جانا اور جی میں یہ تھا کہ ہر بیہ بار بار جو کچھ سمجھ میں آتا کہین
مدلل کہین بے دلیل ایکبار تو اپنے مافی الضمیر کو لکھکر روانہ کر آئے اگر سید صاحب نے انصاف فرمایا تو پھر بھی
دیکھا جائیگا ورنہ اپنے حق مین کوئی جابر نہین جو مجبوری کا اندیشہ ہو بہر حال بترتیب اصول مسطورۂ
سید صاحب یہ معروضات معروض ہین۔ اوّل واقعی خداواحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع
تمام کائنات کا ہی فاعل ہون یا افعال اور افعال بھی اختیاری ہون یا اضطراری اور یہی وجہ ہے
کہ خداوند لایزال کو مالکِ کائنات اور کائنات کو اسکا مملوک سمجھنا چاہئے کیونکہ اسبابِ انتقالِ ملک اگرچہ
متعدد ہون پر علتِ حدوثِ ملک فقط قبضہ ہے جو خالق مین بوجہ اتم پایا جاتا ہے کون نہین جانتا
کہ وجودِ ممکنات مستعار و عرضی ہے جسکے لئے معطی اور موصوف بالذات وہی موجودِ برحق ہے
اور ظاہر ہے کہ صفاتِ عرضیہ عین حالتِ عروض مین موصوف بالذات ہی کے قبضہ مین رہتی ہین نکل نہین جاتین
دیکھ لیجئے وقت تنویرِ ارض بھی نورِ آفتاب ہی کے قبضہ مین رہتا ہے نکل نہین جاتا اسلئے مالکِ کائنات بہرنوع کے
حکم احکام کا اختیار رکھتا ہے کسی دوسرے کے ملک کی ہوتی تو البتہ اسکی اجازت جناب باری کے
لئے ایک بیجا تصرف ہو سکتا تھا باقی رہا حسن و قبح کا جھگڑا اسکا یہی اگر اسی حکم پہ ہے تب تو خیر
ہر حکم حسن ہے ورنہ مراعاتِ حسن و قبح دربارۂ امر و نہی بوجہ مجبوری نہین بوجہ حکمت و فضل ہے
دوم کلام خداوندی اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہین
ہو سکتا ایسی ہی حقیقت اور واقع کے دریافت کرنیکی صورت اس سے بہتر کوئی نہین کہ
خدا تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے سو اگر کوئی طریقہ
دربارۂ اخبارِ واقع و حقیقت مخالف کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ہو تو کلام اللہ اور احادیث
کے وسیلہ سے اسکی تغلیط کر سکینگے پر کلام اللہ اور احادیث کی تغلیط اس طریقہ کے بھروسے
نہین کر سکتے اس صورت مین اگر اشارۂ عقل معارضِ اشارۂ نقل ہو تو ہرگز قابلِ اعتبار نہین
غرض عقل کی بات یہ ہے کہ کلام اللہ اور احادیثِ صحیحہ نمونۂ صحت اور سقمِ دلائلِ عقلیہ سمجھنے چاہئین

اصل اول

اصل دوم

نہ برعکس علی ہذا القیاس مضمونِ متبادرِ کلام اللہ و حدیث کو جو باعتبار قواعد صرف و نحو بدلالت
مطابقی سمجھے جاتے ہون اصل مقرر کرکے دلائلِ عقلیہ کو اُسپر مطابق کرین اگر کھینچ کھینچا کر بھی مطابق
آجائے تو فبہا ورنہ قصورِ عقل سمجھین یہ نہو کہ اپنے خیالات واوہام کو اصل سمجھین اور کلام اللہ و حدیث
کو کھینچ تان کر اُسپر مطابق کرین ۞ سیوم[۳] اسمین بھی کچھ شک نہین کہ قرآن مجید کا کوئی کلمہ خلاف واقع
نہین مگر اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اس کبرے کلیہ کے لئے کوئی صغرے جزئیہ بوسیلۂ عقل دریافت
کر لینا ہمسے ہیچمدانون کا تو کیا حوصلہ - جناب سید صاحب اور مولوی مہدیعلیخان صاحب کا بھی کام نہین
یعنی بوسیلۂ عقل یون نہین کہہ سکتے کہ ہذا حقیقۃً او واقع اور کہین تو تا وقتیکہ کلام اللہ کے معنے
متبادر مطابقی کے مطابق ہے تو بر سر و چشم ورنہ کالا آدمی بُون بریش خاوند مگر یہ یاد رہے کہ معنی مطابقی
سے زیادہ لینے کی اجازت نہین ہان اگر کوئی اور دلیلِ نقلی یا عقلی سے ایسی بات ثابت ہو جائے جو
معنی مطابقی کے مخالف نہین تو کچھ مضائقہ نہین - غرض جاءنی زید سے زید کا فقط آنا ثابت ہو گا -
سوار ہونے یا پیادہ آنے سے سروکار نہین ۞ چہارم[۴] - واقعی مخالفِ کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر
ہے نہ کسی مفسر کا بلکہ خود حدیث اگر مخالفِ کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائیگی مگر تخالف اور توافق کا سمجھنا
ہم جیسونکا کام نہین اسکے لئے تین علمونکی ضرورت ہے - ایک تو علمِ یقینیِ معانیِ قرآنی دوسرے علمِ
یقینیِ معانیِ قولِ مخالف تیسرے علمِ یقینیِ اختلاف جسکو یہ منصب خدا عطا کرے اُسکے بڑے نصیب
اور جاہل اور نیم ملا اس بات مین ٹانگ اڑانے لگین تو انکا یہ دخل بیجا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی طبیب حاذق
کی بات مین کسی نادان یا کسی نیم طبیب کا دخل سو جیسے طبیبِ حاذق سے بوجہِ خطا و نسیان
ذاتی مخالفتِ قوانینِ طب کسی خاص واقع مین ممکن ہے پر اد یہ پر گرفت کرنا مریض نادان یا نیم طبیب کا
کام نہین ایسے ہی محدث اور مفسر سے مخالفتِ غرضِ قرآنی بوجہِ خطا و نسیان ممکن ہے پر ہمسے جاہل یا ہمسے
نیم ملا کا یہ منصب نہین کہ ہم بھی اُسکو دریافت کر سکین یا درباب صحتِ تخالف ہمارا قول معتبر ہو سکے
ہان البتہ یہ بات ممکن ہے کہ دو تفسیرین سنکر بشہادتِ وجدان ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح سمجھ لین
اسلیے کہ بات کا نکالنا مشکل ہے پر بتلائی پر سمجھ لینا آسان ہے بہرحال ہر کارے و ہر مردے مخالفت

کا سمجھ لینا ہر کسیکا کام نہین اور بعد اطلاع مخالفت جب اکابر کے اقوال قابل قبول نہوے تو ہمارے
تمہارے یا سید صاحب کے اقوال اگر مخالف کلام اللہ یا حدیث ہونگے تو بدرجۂ اولے مقبول نہونگے +
پنجم - کسی آیت کا منسوخ الحکم ہوکر دفتین سے خارج ہو جانا وجوب عمل قرآنی مین کچھ حارج نہین اگر ہمکو
کسی آیت معلومہ کا منسوخ التلاوہ ہو جانا معلوم ہو جائے تو ہرگز بحق احکام واجبہ مین کچھ فرق نہین پڑتا ہان
درصورتیکہ آیتِ خارجہ معلوم التشخص والحکم نہو تو البتہ پھر یہ احتمال ہے کہ شاید وہ حکم ناسخ ہو اور کوئی حکم احکام
موجودہ مین سے منسوخ یا برعکس کیونکہ اسصورت مین واجب و غیر واجب کا پہچاننا حد بشر سے خارج ہو جائیگا
اور در بارۂ شناخت حق و باطل اس زمانہ کو زمانۂ جاہلیت پر چندان تفوق نہوگا + ششم - خداوند کریم بالذات
مطاع ہے اور انبیا بوجۂ رسالت اور علما بوجہ تبلیغ رسالت غرض خدا کو بمنزلۂ بادشاہ سب کا فہم سمجھو
اور انبیا کو بمنزلۂ وزراء یا نواب جنکی حکومت مستقل نہین ہوتی بلکہ عطاءِ بادشاہی او مستعار ہوتی ہے
جب چاہے چھین لے اور حکام ماتحت جو زیر حکم وزرا و نواب ہوا کرتے ہین وہ اور بھی نیچے کے درجہ مین ہوتے ہین
کیونکہ وہ انہین وزرا اور نواب کے نائب ہوکر حکمرانی کیا کرتے ہین بہرحال بعد خدا بالذات مطاع وحاکم
کوئی نہین ان الحکم الا لله مگر ہان اتنا فرق ہے کہ انبیا کا مطاع ہونا اگرچہ بالعرض کیون نہو بوجہ ثبوت رسالت یقینی
ہوتا ہے اور پھر بوجہ معصومیت احتمالِ دغل فصل نہین ہوتا فقط ایک ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے اور علما و اولیا
کی اول تو اس عہدۂ نیابت ہی کلام یعنی انکا عالم اور مستحق نیابت ہونا یقیناً معلوم نہین ہے با دوسرے اگر انکی نیابت
معلوم بھی ہو جاوے یعنی یہ یقین بھی ہو جائے کہ یہ اس مرتبہ کے عالم ہین تو اسمین کلام رہتی ہے کہ یہ قول و فعل
بوجہ ہوا و ہوس یا نسیان و خطا تو صادر نہین ہوا ہان اس قسم کے خیالات البتہ ظنی ہو سکتے ہین یعنی جیسے کوئی
آثار کسیکا شجاع ہونا یا نامرد ہونا یا سخی ہونا یا بخیل ہونا یا صادق یا کاذب ہونا یا خوش اخلاق بداخلاق ہونا
یا دوست دشمن ہونا یا متقی فاسق ہونا یا مومن کافر ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور وہ علم موافق قواعد معلومہ ظنی ہوتا ہے
ایسا ہی کامل العلم یا ناقص العلم ہونا یا تابع رضاء خدا یا تابع ہوا و ہوس ہونا بھی چھپا نہین رہتا اور
اسباب مین ویسا ہی یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسا امور مذکورہ مین مگر چونکہ اہل علم اسکو یقین نہین کہتے
بلکہ اس یقینِ عوام کا نام انکے نزدیک ظن ہی ہے تو احکامِ ظن اُسپر عارض ہونگے مگر ہم دیکھتے ہین کہ

کم سے کم وجوب کے لیے ظن ضرور ہے تا مرتبہ شک ایجاب حکم متصور نہین اور جب مرتبۂ شک سے ترقی حاصل ہو یعنی ظن پیدا ہو جائے تو پھر وجوب آ دبا تا ہی یہی وجہ ہی کہ قاضی دو گواہ عادل سنکر اگر حکم مخالف مدعی دے تو گنہگار ہو علی ہذالقیاس مخالفتِ حدیثِ واحد بشرطِ صحت موجبِ فسق ہی اگر درصورتِ ظن وجوب نہوا کرتا تو اس گنہگاری اور فسق کی کوئی وجہ نتھی اور ظاہر ہے کہ قاضی کو دو گواہون سے یا سامع کو حدیث واحد سے یقین مصطلح حاصل نہین ہو سکتا ہان غلبۂ ظن کہئے تو بجا ہی مگر ظن اگر موجب مراعات ہی اور سرمایہ وجوب ہی تو جہان دینیات مین دو قول مختلف ہون اور ایک کی طرف ظن غالب ہو تو بموجب قاعدہ مذکورہ جسپر قواعدِ شرعیہ بھی مبنی ہین اور عقل بھی شاہد ہے وہی وجوب عائد ہوگا ہان اختلاف ظنون ممکن ہی ہو سکتا ہی کہ کسیکو ایجاب کی جانب ظن ہو کسیکو سلب کیجانب بہر حال یہ کہدینا کہ کسیکا قول و فعل بلا سند قابل تسلیم نہین از روئے بیان بالا قابلِ تسلیم نہین اور کیونکر علی الاطلاق ایسی بات کہدیجے نہ تو کہنے والے کو اس بات کی گنجایش کہ اگر کسیکا قول و فعل بلا سند معلوم قابل تسلیم نہین تو راویونکا یہ کہنا کہ یہ روایت قولِ خداوندی ہے یا قولِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ قابلِ تسلیم ہو سکتا ہی اگر وجہ صداقت ظنِ صحت اور حسنِ ظن ہی تو فقہاء اور علماء نے کیا گناہ کیا ہے اُنکے ساتھ بھی حسن ظن چاہئے اگر اُنکے قول کے لئے ہمکو سند معلوم نہین تو در بابِ وجود ماخذِ قولِ مذکور فقہاء اور علماء ربانی راویانِ حدیث سے استحقاق حسن ظن مین کم نہین غرض فقہاء در بابِ اقوالِ مستخرجہ دو منصب رکھتے ہین ایک تو یہی منصبِ استخراج و استنباط دوسرے منصبِ روایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کے لئے کوئی ماخذ ہے کیونکہ یہ منصبِ ثانی اگر اُنکے لئے تجویز نکیا جائے تو یہ معنی ہون کہ یہ لوگ کذاب اور دروغ گو تھے سو باوجود آثارِ صدق و دیانت اگر کسی کو کذاب کہنا جائز ہے تو راویانِ حدیثِ صحیح کے کذاب کہدینے سے کون مانع ہی بالجملہ فقہاء و علماء ربانیین کو در بابِ ماخذ اگر راوی نہ سمجھا جائے تو پھر دین کے لئے کوئی حجت ہی نملیگی ہان یہ بات مسلم کہ منصبِ اول مین گنجایش تاویل ہی اسلیے احتمالِ ثانی بھی رہتا ہے جسکے باعث یہ دوسرا ظن یہان پیدا ہو گیا ہی اور اسوجہ سے وجوبِ متعلقِ احکامِ مستخرجۂ فقہاء مسلم یا من وجوبِ متعلقِ احکامِ منصوصہ سے رتبہ مین کم ہوگا مگر

بہ کمی ایسی ہی ہوگی جیسے نماز کی فرضیت اور روزہ کی فرضیت مین تفاوت کمی بیشی ہے اسلیئے یہ کہنا تو
غلط کہ قابل تسلیم نہین ہان یہ بات مسلم کہ اُسکے انکار سے کفر عائد نہین ہوتا پر انکار تو حدیثِ واحد کا بھی موجب
کفر نہین اگر ہے تو موجبِ فسق ہی سو وہی فسق یہان بھی لازم آئیگا بہت نہین تھوڑا ہی سہی علی ہذا القیاس
یہ کہنا کہ دوسرے کی قول کو قابل تسلیم سمجھنا شرک فی النبوۃ ہی علی الاطلاق درست نہین یہ بات جب ہی کہ کسی
دوسرے کو قطع نظر اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سمجھے کہ اُسکا قول وفعل بہر نہج واجب الاتباع ہی سو
اس قسم کا معاملہ اگر کوئی شخص کسیکے ساتھ کرے جیسا تابعانِ رسومِ آبا بمقابلۂ سُننِ مرسلین باوجود یقین
ثبوتِ سنت ویقینِ بے سندئی رسومِ آبا کیا کرتے ہین وہ شخص بیشک مصداق شرک فی النبوۃ ہی اگر اپنے
آبا کے ساتھ اُنکو بھی عقیدہ ہی جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ اُنکے پیرو نکو ہونی چاہیئے تب تو وہ لوگ مشرک
حقیقی اور کافر تحقیقی ہین ورنہ خوفِ تشنیع ابنا روزگار اگر فقط باعثِ اتباعِ رسوم ہی تو اسصورت مین ایک ضعیف سا
ایمان اس شرط پر متصور ہی کہ انبیاءِ وقت کے ساتھ اعتقاد کما ینبغی رکھتا ہو بہر حال اگر قائل قول وفاعل
فعل مستحقِ حسنِ ظن در باب کمال علم و دیانت و امانت ہی اور اس امر مین اُسکے آثار اُسکے ان دونون
کمالون پر ایسی طرح شاہد ہون جیسے دلاورانِ مشہور یا اسخیاء معروف کے آثار اُنکی شجاعت وسخاوت پر
شاہد تھی پھر نسپر اُنکی طرف سے اُس فعل وقول کی نسبت صراحتہً یا اشارۃً یہ دعوی بھی ہو کہ یہ حکم خدا تعالے
یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسطرف درباب علم یہ منصب نہو کہ مسائلِ دینیہ مین یہ پہچان
سکین کہ اس موضوع ومحمول مین باہم ارتباط ذاتی ہی یعنی موضوع محمول کے حق مین علت اور
ملزوم ہے اور محمول اُسکی حق مین معلول اور لازم ذات یا عرضی ہے یعنے ایک دوسرے کیلئی علت
ومعلول ولازم ذات وملزوم نہین تو اس صورت مین قول وفعلِ مذکور اس شخص کے حق مین قابل
تسلیم ہی بلکہ اگر اس شخص کو اور ونکی نسبت اُس قائل وفاعل کے ساتھ زیادہ ظن غالب ہو تو
بے شک بتوافقِ قواعدِ مشار الیہا واجب التسلیم ہوگا کیونکہ ہر شخص درباب دین اپنی ظنِ غالب
کا کم سے کم محکوم ہے لیکن اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ منصبِ مذکور کے حاصل ہونے سے
پہلے خودرائی ایسی ہے جیسے اندھا بے کسیکی ہدایت کی رہروی اختیار کرے فقط عربی ترجمہ کر لینے

یہہ بات حاصل نہین ہوجاتی اگر کوئی شخص عربی دان حافظِ کلام اللہ وحدیث بھی ہو تو کیا ہے اندھا شمع کے ہاتھ مین لے لینے سے سوجھا نہین ہوجاتا اور پنساری دواؤن کے جان لینے سے طبیب نہین بن جاتا باقی تفاوتِ واقع فیما بینِ انبیاء اور علماءِ کرام مسلم مگر یہ تفاوت قادحِ وجوب مذکور نہین ورنہ وہ تفاوت جو خدا یتعالے اور انبیا علیہم السلام مین واقع ہی اس تفاوت سے زیادہ ہی جو پیغمبرون اور انکے امتیون مین ہوتا ہی سو اگر محض تفاوت موجبِ سقوطِ اعتبار ہی تو یہ بات تو دور تک پہنچتی ہی ہان اگر اضافتِ خداوندی یعنی یہ بات کہ اقوالِ انبیاءِ کرام در پردہ فرمودۂ خدا یتعالے ہوتے ہین موجبِ وجوبِ اتباع ہی تو یہان بھی یہ اضافت اپنا کام کریگی ہان یہ مسلم کہ وہان علم اضافت یقینی اور یہان بوجہِ احتمالِ خطا وغیرہ ظنی اسلئے تفاوت فی الوجوب پیدا ہوگا پر ترک فی النبوۃ کو اس سے کچھ علاقہ نہین ہے ہفتم۔ یہ بات مسلم کہ اطاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دین مین ضرور ہی لیکن اگر احکامِ دین اقوالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نام ہو تو پھر معلوم نہین کہ اس تفریق کے کیا معنے ہونگے کہ در بابِ اتباعِ دین تو ہم مجبور ہین پر در بابِ امورِ دنیاوی مجاز ہان یون کہیے کہ ایک امر ہوتا ہے اور ایک مشورہ امر اگر ایجاب کے لیے ہی تو اتباع واجب ہی اور استحباب کے لئے ہے تو مستحب اور مشورہ مین رسول اللہ صلعم ہون یا اور کوئی واجب الاتباع کوئی نہین بلکہ خدا کیطرف سے اتباعِ مشورۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین امرِ استحبابی تک نہین لیکن ظاہر ہے کہ افعالِ اختیاری پر دو ثمرہ متفرع ہو سکتے ہین منفعت و مضرتِ دنیوی یا منفعت و مضرتِ اخروی سو بیانِ منافع و مضارِ دنیوی مین تو البتہ گنجایش مشورۂ مذکور ہی پر در بارہ منافع و مضارِ اخروی انبیاء کو مشیر سمجھنا ختم فی النبوۃ کی بناء کو مستحکم کرنا ہے یا انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مثل عوام سمجھنا اگر بناءِ مشورہ وحی پر ہوا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم ہوا وشاورہم فی الامر اور اسوجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے مشورہ سنت ہو گیا تو اسکے یہ معنے ہون کہ آپ خاتم النبیین نہین اور اگر مشورہ محض رائے پر موقوف ہو تو یون کہو کہ انبیا کرام بھی مثل عوام اٹکل ہی کے تیر مارا کرتے ہین بالجملہ منافع و مضارِ دنیوی مین انبیاء مشیر ہو سکتے ہین پر اسکو عرض رائے کہیے امر نہین کہہ سکتے جو یہ تفریق

بجائے خود مستحسن ہو اس صورت مین ماحصل اس تقریر کا یہ ہوگا کہ ایجادِ طریقِ آخرت تو انبیاء کا کام
ہی اور ایجادِ طریقِ فلاحِ دنیا اُنکا کام نہین پر بعضِ طرقِ فلاحِ دنیا معارضِ طرقِ فلاحِ آخرت ہوتی ہین
اور بعض موافق اور بعض ناموافق ہوتی ہین نہ معارض سو جو طرق معارض ہون جیسے چوری قزاقی غصب
زنا وہ تو بوجہ مخالفت ممنوع ہوتے ہین اور جو طرق موافق ہوتے ہین جیسے قرآن خوانی یا وعظ گوئی پر
لینا باین وجہ ممنوع ہو جاتے ہین کہ غلام سرکار ہو کر کار سرکاری ہی پر اجرت مانگتے ہین اور جو
طرق نہ موافق ہین نہ معارض اُنکو ذریعہ فلاح دنیا اگر قرار دین تو بجا ہے ان طرق مین ہمیشہ یہ ملحوظ رہیگا
کہ طرق فلاح آخرت کی معارض نہو جائین چنانچہ بیوع و اجارات کا فساد و بطلان سب اسی پر مبنی ہی
سو اس قسم کی ایجاد یا اُسکی ترقی و تنزل مین انبیا اگر دخل دیتے ہین تو بطور مشورہ بتقاضاء خیرخواہی دخل
دیتے ہین خدا کی طرف سے اس مشورہ کی تسلیم مین ہرگز کچھ خواستگاری نہین اور مقدمہ تابیر نخل مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کو انتم اعلم بامور دنیاکم فرمانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ اس
فن کے امام نہ تھے خدا کیطرف سے اس مقدمہ مین پیغمبر نتھے بہرحال امر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
جس امر مین ہو واجب الاتباع یا مستحب الاتباع ہوگا ہان مشورہ نہ واجب الاتباع ہی نہ مستحب
الاتباع البتہ مقتضاء حسنِ ادب یہ ہی کہ آپکے مشورہ کو بھی اورون کے مشورہ پر مقدم جانیے کہ اول تو مشورہ
مین لحاظ کمالِ عقل ہی پر ہوتا ہے فقط تجربہ کاری پر نہین ہوتا سو اس کمال مین ظاہر ہی کہ انبیا کیسے
کامل ہوتے ہین دوسرے اتباع کسی مقدمہ مین کیون نہو موجبِ خوشنودیِ خاطرِ متبوع ہوتا ہی اور
ظاہر ہے کہ خوشنودیِ خاطرِ انبیاءِ کرام کیا کچھ مثمرِ برکات ہو سکتی ہی کم سے کم ایک دعا ہی سہی اسوجہ خارجی
و عارضی کے باعث ایسے مواقع مین بھی استحباب عرضی آجاتا ہی ہشتم احکام منصوصہ کے یقینی اور اجتہادی کے
ظنی ہونے مین کسی کا کلام ہو سکتی ہی اگر ہوگی تو اس امر مین ہوگی کہ کونسا منصوص ہے کونسا نہین اور کونسا اجتہادی ہی کونسا نہین اور اسواسطے یہ مین
عرض کرتا ہون کہ بسا اوقات اکثر آدمی بوجہ قلتِ تفکر بعض امور کو منصوص سمجھ جاتے ہین حالانکہ وہ منصوص نہین ہوتی اور تو اور حضرت
موسے علیہ السلام یون سمجھ گیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جنکی شان مین خداوند کریم
آتیناہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما فرماتے ہین کشتیِ مساکین کو ظلماً توڑ ڈالا اور طفل

نابالغ کو بیگناہ قتل کر ڈالا یہ کلام اللہ مین موجود ہی آیات آخر رکوع یعنی اما السفینۃ سے لیکر آخر رکوع
تک سے قطع نظر کیجئے تو ابناء روزگار سے پوچھ دیکھئے یہی کہینگے کہ حضرت خضر کا قاتلِ طفل بیگناہ
اور خارق سفینہ ظالم ہونا منصوص ہے غرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ معنیِ حقیقیِ موضوع سے زیادہ بوجہ
خیالات طبعزاد جو الف وعادت پر مبنی ہوتے ہین اور معانیِ زائد لگا لیتے ہین اور خود انکو یہ تمیز نہین
ہوتی کہ یہ ایجاد اپنی طبع کا ہی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہین اکثر ابناءِ روزگار بلکہ کل اسی
قسم کے نظر آتے ہین آخر ہر کسیکے کلام اُسکے مبلغِ فہم پر دلالت کردیتی ہے مگر آجکل اکثر عالم کہ بوجہ
انصاف وہ عالم نہین نیم ملا ہین اپنے آپ کو عالمِ فنِ دین کچھ ایسا سمجھ جاتے ہین جیسے بندر
نے نیل کے ماٹ مین گر کر اپنے آپکو طاوس سمجھ لیا تھا انصاف کی بات جسکو اہلِ فہم خواہ مخواہ
مان جائین یہ ہے کہ علم کے تین مرتبہ ہین ایک وہ جسکی طرف جملہ یتلو علیہم آیاتہ دلالت کرتا ہی اسکا
ماحصل تو فقط اتنا ہی کہ عربی مین زبان دانی حاصل ہوجائے دوسرا وہ مرتبہ جسکی طرف یعلمہم الکتاب مشیر
ہے اس مرتبہ کی حقیقت یہ ہی کہ مجملات کلام اللہ کو مشخص سمجھ جائے تفصیل اس اجمال کی بقدر
مناسب یہ ہی کہ مفہوماتِ کلیہ کے لئے ہزار ہا تشخص محتمل ہوتے ہین مثلاً انسان ایک مفہوم کلی ہے
اور زید عمر و بکر کی خصوصیات زائدہ اُسکی تشخصات سو کلام اللہ مین اگر کوئی مفہومِ کلی مصرح مذکور
ہو اور اُسکا تشخص و تعین مصرح تو مذکور نہو پر سیاق و سباق اور لواحق و توابع کے وسیلہ سے
بشرطِ رسائیِ فہم معلوم ہوسکتا ہو تو جو شخص اس بات کو بتلائے وہ معلم کتاب کہلائیگا الذین آمنوا ولم
یلبسوا ایمانہم بظلم مین لفظ ظلم ایک مفہوم کلی پر دلالت کرتا ہے جسکے لئے صغیرہ اور کبیرہ اور شرک
بدعت افراد ہین مصرح اگر موجود ہے تو وہی مفہوم کلی موجود ہے اور تعیین شرک مصرح موجود نہین
ہان لفظ لبس بوسیلہ ان الشرک لظلم عظیم اوسکی جانب مشیر ہے علی ہذا القیاس آیت وضو مین جرِ ارجل کی
قرارت کی صورت مین مسح ارجل تو عطف علی الروس کی صورت مین مصرح ہی اور اسکے ساتھ غسل قدم کا
کچھ ذکر نہین پر غسل بھی اسکے ایک افراد مین سے ہی کیونکہ ہاتھ کا پھیرنا سوکھا ہو جب مسح ہی اور تر ہو
جب مسح ہی غسل کے ساتھ ہو جب مسح ہی اور فقط رطوبت قائمہ بالید کے ساتھ ہو جب مسح ہے +

غرض ایک مضمونِ کلی ہی جسکے افرادِ کثیرہ اور تشخصاتِ متعددہ متصور ہین جن مین سے تصریح ایک کی بھی نہین فقط ہی تو اُس مضمونِ کلی ہی کی تصریح ہے ہان قیدِ الی الکعبین کو دیکھئے تو باعانت بار استعانت فہم رسا ہو تو غسل ہی لازم آجاتا ہی علی ہذا القیاس باعانتِ بار استعانت موضوع لہ راس کو بہ تدبیر لحاظ کیجئے تو تعلقِ ربع راس نکل آتا ہے ہان راس کو کرہ حقیقی اور پانیکو سطح مستوی یا کرہ حقیقی رکھئے تو پھر مسح بال دو بال ہی کا فقط ثابت ہوگا بہر حال لفظِ ظلم سے تمام گناہون کو مصرح سمجھ لینا اور لفظ راس سے تمام راس کو مصرح سمجھ لینا اور منصوص خیال کرنا ایک سینہ زوری ہی اور کچھ نہین تیسرا مرتبہ علم مین وہ ہی جو جملہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ سے لفظ حکمت کے وسیلہ سے سمجھ مین آتا ہے تحقیق اس مرتبہ کی یہ ہے کہ ہر حکم کے لئے ایک علت ہی اور ہر وصف کے لئے ایک موصوف حقیقی ہوتا ہی مثلاً مطاع ہونے کے لئے کمال و جمال و مالکیتہ نفع و ضرر علتِ حقیقی اور موصوفِ حقیقی اور محکوم علیہ حقیقی ہین اور وہ اُسکے لئے معلولِ حقیقی اور وصفِ حقیقی اور محکوم بہ حقیقی اور نسبتِ فیما بین نسبتِ حقیقی علی ہذا القیاس ایک موصوف عرضی ہوتا ہی جیسے بصفہ رسالت یا خلافت اور اولو الامری مطاعیتہ کیلئے موصوفِ عرضی اور علتِ عرضی اور محکوم علیہ عرضی ہی اور نسبت فیما بین نسبتِ عرضی اور مجازی ہی یا یون کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال مین میراث جاری نہونی اور آپکے ازواج کے نکاح کی حرمت کی علت اورون کے ساتھ آپکی حیات جسمانی ہی جو آپ کی موت عرضی کے تلے دبکر افاضۂ حس و حرکت سے ایسی طرح معذور ہو گئی ہی جیسے چراغ روشن کسی ہنڈیا مین بند ہو کر مکان مین افاضہ نور سے معطل ہو جاتا ہے یہ نہین کہ جیسے ہماری تمہاری حیات جسمانی جس سے جسم پر روح کا قبض و تصرف تھا موت کے آنیسے اسیطرح زائل ہو جاتی ہی جیسے سایہ کے آنیسے پر دھوپ آپ کی حیات بھی موت کے آنیسے زائل ہو جاتی ہی باقی یہ جو سلام علیکم یا اہل القبور سے ایکنوع کی تعلق روح و جسد کا پتا لگتا ہی جس سے اشتباہِ حیات پیدا ہوتا ہے تو اُسکو اول تو ایسا سمجھئے جیسا بوسیلۂ تار برقی بمبئی یا کلکتہ یا لندن کی خبر میرٹھ یا بنارس مین آجائے ایسے ہی یہان بھی سمجھئے دوسرے اگر کچھ تعلق ایسا رہا بھی جیسا کسی جلا وطن کو اپنے وطنِ اصلی کے ساتھ تو گو اتنا تعلق موجبِ اطلاعِ بعضِ احوالِ متعلقۂ جسد ایسی طرح

ہو جاوے جیسا تعلقِ خاطرِ مرغِ آوارہ - بسا اوقات بہ نسبت اور بلاد کے احوالِ متعلقۂ وطنِ متروک کے
زیادہ اطلاع کا باعث ہو جایا کرتا ہی پر اتنی بات سے قبض و تصرف نہیں نکلتا جو اشتباہِ حیات ہو
علی ہذا القیاس یہ نہیں کہ مثلِ شہدا ایک بدن سے تعلق چھوٹ کر دوسرے بدن سے تعلق پیدا ہو گیا
ہو جسکے بھروسے یون کہا جاوے جبکہ بدن اول سے تعلق ہی نرہا تو اُسکے متعلقات یعنی ازواج و
اموال سے کیا تعلق رہیگا جو مانعِ میراث اور انقطاعِ نکاح ہو اسی طرح اور بہت سی نظیرین ہین
جنکو بے کہے اہل دانش سمجھ جائینگے غرض موصوف حقیقی اور علت حقیقی کو دینیات مین علتِ مجازی
اور موصوفِ مجازی سے پہچان لینا وہ حکمت ہی جسکی طرف آیت مذکورہ مین اشارہ ہی اور جسکی
تعریف مین یہ ارشاد ہوا ہی ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اسو مرتبہ حکمت پر اجتہاد کی اجازت ہی
بشرطیکہ قرآن و حدیث پر بخوبی نظر ہو اور ناسخ و منسوخ و ضعیف و قوی کو پہچانتا ہو اور مرتبہ
علمِ کتاب مین اگرچہ اجازۂ اجتہاد و استنباط احکام غیر منصوصہ نہیں ہو سکتے پر فقط احکام
منصوصہ اور مضامینِ مندرجہ قرآنی مین خودرائی اور خودبینی کی اجازت ہی چنانچہ بدیہی ہے بعد
اسکے اگر حکیمِ امت یا عالمِ کتاب سے کوئی خطا ہو جائے تو وہ ایسی سمجھنی چاہیئے جیسے اسپ تیز گام
باوجودِ سلامتِ اعضا و قوتِ رفتار ذرا سی غفلت مین ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہی اس ٹھوکر کھا کر گر پڑنے کو
اسپ لاغر و لنگ کے گرنے پر قیاس کرکے جیسے سواری موقوف نہیں کردیتے ایسے ہی حکیم امت و
عالمِ کتاب کی بوجہ غلطی جو بمقتضائے بشری بوجہ غفلت ہو جاتی ہی خودرائی اور اجتہاد سے روک دینا سزا
یہ انکی غلطی اس امر مین مثلِ غلطی عوام الناس سمجھی جائیگی باقی رہا وہ مرتبہ جو جملہ تیلوا علیہم آیاتہ سے مستفاد ہی بادی النظر
مین اگرچہ از قسم علوم ہی پر حقیقت مین یہ مرتبہ اُن علماءِ ربانی کا مرتبہ نہیں جو کسیکے پیرو نہوا
کرین ورنہ جملہ یعلمہم الکتاب بیکار تھا ہان حافظِ علوم کہئے تو بجا ہے بہر حال ایسے لوگون کو
اورونکا اتباع ضرور ہی عالم بن بیٹھنا اور لوگون کی پیشوائی جائز نہیں آپ بھی گمراہ ہونگے اورون
کو بھی گمراہ کرینگے - پیشوایانِ فرقہائے باطلہ سب اسی مرتبہ کے لوگ تھے جنہون نے بوجہ
اولو العزمی اپنے فہم کے موافق اورون سے اپنا کام لیا - نہم - انسان کا خارج از طاقتِ انسانی

مکلف نہو سکنا اور ہے اور نہو نا اور اس مین کچھ کلام نہین کہ انسان خارج از طاقت
انسانی مکلف نہین مگر اس کے ساتھ یہ پھر غضب ہے کہ ایمان اور احکام موجب نجات
عقل انسانی سے خارج نہین پیرجی صاحب غور کا مقام ہے تکلیف مالا یطاق کے نہونے کی
علت فقط یہ ہے کہ تکلیف سے غرض اعمال مکلف بہا ہوتے ہین تکلیف خود مقصود بالذات نہین
ہوتی جو یون کہا جائے کہ خدا اپنی بات اور اپنے کام کر چکے بلا سے بندون سے اُسکی تعمیل ہو کہ
نہو سو اتنی بات اگر ہو تو ہم بھی کہتے ہین کہ قطع نظر عمل سے ایسی تکلیف ممکن تو تھی ہی
اگر خدا نے ایسا حکم بھیجدیا بھی تو کیا بُرا ہوا بلکہ مقصود بالذات عمل ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ
عمل اگر محتاج ہے تو قوت عاملہ کا محتاج ہے قوت عاقلہ کا محتاج نہین جو اُسکی سِر و مصلحت سے
آگاہ نہونا مانع تکلیف ہوسکے البتہ علم عمل آنا ضرور ہے کیونکر کیجیے بعد اخارج از عقل ہونیکے
اگر یہ معنی ہین کہ عامل کی عقل مین اُسکے اسرار اور مصالح اور منافع اور علل نہ آئین تو یہ تو
اسرار غلط ہین اور اگر یہ معنی ہین کہ عقل اُسکے مخالف تجویز کرتی ہے تو اگرچہ اسکے امکان
مین کلام نہین ہوسکتی تھا صاحب اُن لوگون کی مشرب کے موافق جو علت حسن و قبح امر و نہی
کے سوا اور کسی صفت ذاتی احکام کو کہتے ہین لیکن واقع مین خدا کیطرف سے ایسا ہوتا
نہین پر آتا اور ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس امر مین تمہاری ہماری عقلون کا اعتبار نہین
وہ عقول جو بمصداق فی قلوبہم مرض امراض روحانی کے باعث ایسی طرح فاسد ہو گئے ہون
جیسے قوت ذائقہ یرقانی ہرگز قابل اعتبار نہین اسکے ادراک کے لئے انکی عقل چاہیے۔
جنکے دل بمصداق الا من اتی اللہ بقلب سلیم امراض روحانی سے ایسی طرح عافیت مین
ہین جیسے مرض جسمانی یرقان وغیرہ سے بحالت صحت ہماری آنکھین اور زبانین
بچی ہوئی ہوتی ہین +

دہم ۔ افعال مامورہ کے فی نفسہ حسن ہونے کے معنے اور افعال ممنوعہ کے فی نفسہ
قبیح ہونے کے معنی موافق معنے متبادر لفظ فی نفسہ اگر یہ ہین کہ حسن و قبح اُنکا ذاتی ہوتا

ہی تو یہ تو غلط صلوٰۃ وقت طلوع وغروب اور صوم عیدین اور صیام ایام تشریق بالیقین فی حد ذاتہ
حسن ہی پر بوجہ اقتران وقت معلوم قبح عارض ہوگیا ہے علی ہذا القیاس قتال بنی آدم اور خدعہ
فی الحرب جسکی تسلیم سے معتقدان قرآن وحدیث کو چارہ نہین فی حد ذاتہ قبیح ہے پر بوجہ اقتران
وانضمام اعلاء کلمۃ اللہ حسن عارض ہوجاتا ہی اور اگر یہ مطلب ہی کہ افعال مامورہ مین کچھ نہ کچھ
حسن اور افعال ممنوعہ مین کچھ نہ کچھ قبح ہو کسی قسم کا سہی تو مسلم مگر اس صورت مین یہ بھی ماننا
پڑیگا کہ ہر قسم کے مامورات مین سے ایک چیز حسن لذاتہ ہی جسکے عروض سے اور امور قابلہ للحسن
حسن ہوجاتے ہین علی ہذا القیاس انواع ممنوعات مین ایک چیز قبیح لذاتہ ہوگی جسکے اقتران سے اور افعال
قبیح بالعرض ہوجاتے ہین پھر اس صورت مین اسبات کی گنجایش نکلیگی کہ بعد زمانہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز مین بوجہ اقتران مذکور حسن یا قبح عارض ہوجائے تو وہ بھی منجملہ
مامورات یا منہیات ہوجائیگی یہ جدی بات رہی کہ مامور ہوگی تو کس درجہ کے اور ممنوع ہوگی تو
کس درجہ کی مثال کی ضرورت ہے تو جمع قرآن اور تدوین کتب اور تنقیح حال رواۃ و مراتب
احادیث تو از قسم مامورات زمانہ آخر ہین اور منہیات مین عورتون کا مساجد مین آنا جانا علی ہذا القیاس
توپ بندوق کے استعمال اور اشغال صوفیہ کے اشتغال کو سمجھئے اسی طرح ہوسکتا ہی کہ ایک فعل
بوجہ اقتران مذکور کسی ملک یا ولایت مین مامور بہ یا منہی عنہ ہوجائے اور دوسرے مین نہو یا ہو
تو بدرجہ کمتر ہو بعد ازین یہ جو ارشاد ہی کہ انبیاء علیہم السلام حسن وقبح کے بتانے والے ہین
اگر اسکے یہ معنی ہین کہ انبیاء علیہم السلام بمنزلہ اطباء مبین ہین آمر و جابر و حاکم نہین تب تو
غلط ورنہ جزاء و سزاء دنیوی کسے پھر کیا معنی ہین یعنی افعال حسنہ یا قبیحہ کو اگر جزاء و سزاء
دنیوی ایسی لازم ہوتی جیسے لوازم ذات اپنے ملزومات کو تو یون بھی کہہ سکتے تھے کہ خود بخود
یہ قصہ ہو رہا ہے اور اگر یہ معنے ہین کہ مبین بھی ہین اور آمر و جابر بھی ہین تو مسلم پر اس
صورت مین امور منصوصہ کا حسن وقبح سمجھنا تو سب کو لازم ہوگا۔ پر غیر منصوصہ کو بوجہ اقتران
مذکور ہر کس و ناکس حسن وقبیح کہنے کا یا سمجھنے کا مجاز نہوگا۔ اسکے لئے اتنی عقل وفہم کی ضرورت

ہوگی جتنی مرتبۂ حکمت کے لئے ضرورت ہے کیونکہ عروض واقتران اور کیفیت وکمیت امور متغیرہ کو وہی شخص جان سکتا ہی جو نسبت حکمیہ حقیقیہ کو نسبت حکمیہ غیر حقیقیہ سے تمیز کر سکے +

اصل ۱۱

یازدہم ۔ یون نہ کہیے کہ تمام احکام اسلام فطرۃ کے موافق ہین البتہ وہ احکام جو حسن لذاتہ یا قبیح لذاتہ ہین اُنکی خوبی اور بُرائی طبعی ہی پر وہ احکام جن مین حسن وقبح عرضی ہوتا ہے بذات خود ہر وقت مرغوب اور غیر مرغوب نہین ہوتے تا وقت عروض بالطبع یعنی بالفطرۃ تو نہین البتہ بالعرض مرغوب وغیر مرغوب ہو جاتے ہین بعد زوال عروض وہ رغبت بالضرورت بدلجاتی ہی اگر بوجہ شدت گرسنگی یا تشنگی جس مین ہلاکت کا اندیشہ ہو اغذیہ یا اشربہ محرمہ کا کھالینا یا پی لینا حسن یا مباح ہو جاتا ہی تو تا دم مخمصہ ہی یہ بات رہتی ہی اُسکو اقتضاے طبعی اور فطری نہین کہہ سکتے مگر ہان یون کہئے کہ تا دم عروض ہی فطری کہنا مراد ہی پھر با اینہمہ میری اور تمہاری فطرۃ کا ذکر نہین کیونکہ اول تو یہان فطرۃ ہی مفقود فطرۃ اُس حالت کو کہنا چاہیئے جو روح کے لئے بمنزلہ صحت جسمانی ہو جو جسم کے لئے قبل عروض مرض ہوتی ہی اور بعد عروض مرض مفقود ہو جاتی ہی اور اگر صحت جسمانی امراض جسمانی کی اوٹ مین آجاتی ہی مستور ہو جاتی ہی مفقود نہین ہوتی تب کیا ہوا اس صورت مین اگر فطرۃ بھی اسی طرح مستور ہوئی تو کیا ہوگا ہوا نہوا جب برابر ہے تو اُسکو لیکر کیا چاہیے ۔ یہی وجہ ہے کہ کفار و فجار کو ایمان و تقوی ہمیشہ برا ہی معلوم ہوتا ہے بہر حال موافق اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک طاعتہ مین لذت اور معصیتہ مین تکلیف ہونے لگے تو البتہ ایسے اہل قلوب کو ارباب فطرۃ کہہ سکتے ہین تسپر بھی سواے نبی کسیکا قلب دربارہ صحت وسقم قرآن واحادیث کسوٹی نہین ہو سکتا ہان قرآن واحادیث صحیحہ البتہ کسیکی وجدان کے کھرے کھوٹے بتانے کے لئے کسوٹی اور معیار ہین اگر وجدان اہل وجدان اُسپر مطابق آجائین تو ایسے لوگ صحیح الوجدان ہین ورنہ یہ عدم تطابق دلیل فساد فطرۃ ووجدان سمجھا جائیگا قرآن وحدیث اُس عدم تطابق کے باعث غلط نہ سمجھا جائیگا کیونکہ قلوب سلیم کو مثل اجسام صحیحہ ہر دم مرض کا اندیشہ لگا ہوا ہی بہ قرآن وحدیث صحیح کو مورد صحتہ وسقم باینطور نہین کہہ سکتے کہ

کبھی یہ صحیح ہوجاتی ہین کبھی غلط جو روایت صحیح ہی وہ ہمیشہ صحیح رہتی ہے جو غلط ہے ہمیشہ غلط سو ظاہر ہے کہ قرآن شریف و حدیث متواترہ مین تو یہ احتمال غلط ممکن ہے نہین رہی احادیث صحیحہ غیر متواترہ ہر چند احتمال غلطی اور مخالفت واقع اُنہین ممکن ہے کیونکہ انکی صحت حسب اصطلاح محدثین بمعنی مطابقتہ واقع نہین لیکن یہ ایسا ہی سمجھنا چاہئے جیسا مرد صادق القول سے بوجہ غلط فہمی کسی بات مین غلط کہدینا سو جیسا یہ شاذ و نادر ہے مثل عروض امراض خصوصاً امراض روحانی کثیر الوقوع اور عسیر الزوال نہین جو دربارہ اختیار معاملہ برعکس ہوجائے یا احتمال مساوات ہو بہرحال یہ قول کہ اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور نہ سوجھنا کے حقمین دیکھنا گناہ ٹھیر سکیگا اگرچہ اسجگہ بے موقع ہے کیونکہ استطاعتہ بصارۃ اور عدم استطاعتہ بصارۃ مین فطرۃ ہی نہ مطابق فطرۃ علی العموم ہرگز صحیح نہین ہان تاویل مذکور کے ساتھ کہئے تو بجا ہے +

اصل ۱۲

دوازدہم - دوازدہم انسان کو ایک اختیار اور دھر سے مستعار عطا ہوا ہے پر وہ اختیار انسانی اختیار خداوندی کے ساتھ وہ رابطہ رکھتا ہے جو قلم ہمارے تمہارے ہاتھ کے ساتھ یا پچھلے کل کسی اگلے کل کے ساتھ اگر یہ نہو تو اختیار انسانی کو عطاے خداوندی کہنا غلط ہوجائیگا اور ارادہ انسانی مخلوق خدا نہ رہیگا کیونکہ ہر بالعرض کے لئے ایک موصوف بالذات چاہیے ورنہ پانی کی گرمی اور زمین کی دھوپ کو آگ اور آفتاب کی حاجت نہوتی مگر جیسا ہر بالعرض کے لیے بالذات کی ضرورت ہی ایسی ہی اُن دونون مین تجانس بھی ضرور ہی جس نوع و جنس کا وصف عرضی ہوگا اُسی نوع و جنس کا وصف ذاتی ہونا چاہئے زمین کا نور آفتاب کے نور سے پیدا ہوتا ہی آفتاب کی حرارت یا پانی کی رطوبت سے پیدا نہین ہوتا اس صورت مین ضرور ہی کہ ارادہ انسانی ارادہ خداوندی کا پرتو ہو مگر جیسی حرکت نور زمین یعنی دھوپ حرکت آفتاب و حرکت شعاع و نور آفتاب پر موقوف ہی بالاستقلال نہین ایسی ہی حرکت ارادہ انسانی حرکتہ ارادہ خداوندی پر موقوف ہوگی چنانچہ خداوند

کریم خود ہی فرماتے ہین وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ سو اگر مجبور ہونے سے مراد یہ توقف ہی اور باین معنی انکار جبر ہے تب تو بلا شبہہ یہ انکار غلط اور لغزش عظیم ہے جسکا تدارک بجز توبہ متصور نہین اور اگر یہ مطلب ہی کہ بندہ صاحب اختیار ہی یہ نہین کہ اختیار ہی نہین دیا بلکہ مثل چوب و سنگ جو بظاہر ذوی العقول مین سے نہین اور ارادہ سے بے بہرہ نظر آتی ہین یہ بھی بے بہرہ ہی تو یہ بات بدیہی ہے مگر بدلالت سیاق اور شہادت عبارت سابقہ اس استثناء سے جو یہان سی (مگر اس سے انسان اُن قوا کے استعمال الخ) شروع ہوا ہی یہ معنی نکالنے بظاہر دشوار ہین اور اگر یہ غرض ہی کہ انسان کو ارادہ بھی ملا اور پھر وہ ارادہ خداتعالے کے ارادہ کے ساتھ وہی ارتباط بھی رکھتا ہی جو ہمنے عرض کیا مگر با اینہمہ مثل احجار و اشجار مجبور نہین جو اُسکے طرف بجز انفعال عمل کو انتساب ہی نہو سکے تو یہ مسلم مگر اس صورت مین انکار جواز تکالیف یا خیال عدم جواز ثواب و عقاب جیسا بظاہر متوہم ہو سکتا ہی بالکل خیال خام ہوگا کیونکہ اس صورت مین تکلیف تو مثل صیقل آئینہ وغیرہ آئینہ سمجھی جایگی جو بعد دعوے قابل العکس ہونے آئینہ اور غیر قابل العکس ہونے سنگ و چوب کے مخالفان دعوے کیلئے ساکت ہو سکتا ہی سو جیسے سنار یا صراف کامل کا کھوٹے کھرے کو کسوٹی پہ لگاکر تبلا دینا گاہک یا صاحب متاع کے دکھلانے اور ساکت کرنے کے لیے ہوتا ہی اپنے اطمینان کے لیے نہین ہوتا ایسے ہی خدا کیطرف سے تکلیف کو بیان فرق مراتب انفعال کیلیے سمجھیے اور امتحانات لیبلوکم ایکم احسن عملا وغیرہ از قسم اتمام حجت سمجھئے نہ از قسم استخبار و استفسار اور ثواب و عقاب کو ایسا سمجھیے جیسا آئینہ کو نظارہ کیلیے پیش نظر رکھین اور پتھر یا چوب کو سامنے سے ہٹا دیوین سو جیسے اس رکھنے اور ہٹانے مین ایک کا اعزاز اور دوسرے کی تحقیر نکلتی ہی ایسے ہی اس ثواب و عقاب کو خدا کیطرف سے بیان فرق مراتب ظہور فعل کیلیے سمجھیے یعنی جیسے آئینہ سے بوجہ انعکاس نور آفتاب جو بعد قبول ظہور مین آتا ہی اور بعد انفعال رنگ دکھلاتا ہی ایک صدور نور مذکور ادھر سے ادھر کو ہوتا ہی جس کے انتساب فاعلیت درست سمجھا جاتا ہی ایسے ہی یہان بھی قبولی ارادہ کی بعد ایک انعکاس ارادہ بھی ہوتا ہی اور وہ ارادہ منعکس مرادات بشری پر

اسطرح واقع ہوتا ہے جیسے نور منعکس از آئینہ در و دیوار پر واقع ہوتا ہی سو یہ اعزاز مذکور اسی فاعلیت کا نتیجہ ہے +

جواب اصل ۱۳

سیزدہم - یون کہنا چاہیے کہ دین اُن احکام کا نام تو یقینی ہی جو یقینی ہین اور اُن احکام کا نام ظنی ہی جو ظنی ہین یعنی احکام یقینیہ کو یقیناً دین سمجھنا چاہیے اور احکام ظنی کو ظناً کہنا چاہیے بہرحال اطلاق دین دونو پر چاہیے پر فرق مراتب علم کے لیے یقین و ظن کی قید کا اضافہ ضرور ہی +

جواب اصل ۱۴

چہاردہم - اس اصل کے موافق احکام کی دو قسم کرکے قسم اول کی پھر دو قسمین کرنی چاہئیں ایک امر و نہی حسن یا قبیح لذاتہ دوسرے امر و نہی حسن و قبیح لغیرہ سو جو امر و نہی متعلق بحسن و قبح لذاتہ ہین وہ تو بیشک موافق فطرۃ ہین نہین تو نہین مگر ہان یہ تاویل کیجیے کہ قسم ثانی بھی فطرت کے مطابق ہین بالذات نہین بالعرض ہی سہی لیکن اسصورت مین جیسے قسم اول کی تقسیم بیکار ہی خود تقسیم اول اُس سے زیادہ بیکار ہی اور اُس سے زیادہ بیہودہ اور لغو کیونکہ وہان فرق بالذات و بالعرض کی دریافت کرنے کے لئے کچھ ضرورت تقسیم بھی تھی اور یہان تقسیم اول کی اسصورت مین کچھ ضرورت ہی نہین خیر ہرچہ بادا باد اب آگے دیکھنا چاہیے یہ جو ارشاد ہی کہ اطاعت و عمل مین دونون برابر ہین اگر اسکے یہ معنے ہین کہ مراتب حسن و قبول ہین سب برابر ہین تب تو غلط ہی ابھی معلوم ہو چکا کہ خود حسن و قبح مین کمی بیشی ہی ظاہر ہی کہ موصوف بالذات ہمیشہ موصوف بالعرض سی اکمل ہوا کرتا ہی آفتاب نورانیت مین آئینہ اور در و دیوار سی زیادہ ہی اور یہ بھی ہی کہ بقدر مراتب حسن و قبح ہی مراتب امر و نہی متفاوت ہونے چاہیین یعنی یہ فرق فرضیت و وجوب و سنیت و استحباب و حرمت و کراہت تحریمی و اباحت اُس فرق مراتب حسن قبح ہی پر متفرع ہونی چاہیین اسلیے کہ حاکم ایک اللہ تعالے محکوم بہ ایک بندہ عبارت حکم وہ ایک صیغہ امر و نہی پھر اگر فرق مذکور بھی نہو تو یہ فرق مراتب کہان سے آئے اور یون کہین ایک آدہ جا اگر فرق عبارت سے اس فرق کو ثابت بھی کیجیے تو اور باقی فرقہاے معلومہ کی کیا سبیل ہوگی باایں‌ہمہ عبارت در بارہ مطلب مفہوم مخبر اور مظہر ہوتی ہے علت نہین ہوتی اور علت کی ضرورت ہر حادث کے لیے ضرور ہی اور اگر یہ مطلب ہی کہ اطاعت سبکی چاہیے کہ خدا کے یہان کسی مرتبہ مین واقع ہون تو البتہ ایک ٹھکانے کی بات

ہے مگر اس کے یہ معنے ہونگے کہ مراتب وجوب واستحباب وغیرہ مین اگرچہ دونون قسمون مین فرق ہو پر صورت
ادا ہر دونون کا ایک ہی ہی جسطرح جسے مثلاً چار فرض ادا کیے جاتے ہین اُسی طرح جسے چار سنت جس طرح
تین فرض ادا کیے جاتے ہین اسیطرح تین وتر جتنی دیر اسمین لگتی ہی اتنی ہی اُسمین لیکن اس صورت
مین اسباب کی تحقیق ضرور ہی کہ احکام اصلی کی کیا نشانی ہی اور احکام حفاظت کا کیا پتہ ہی سو ہمسے
اگر پوچھیے تو اسکی تحقیق بقدر مناسب مقام یہ ہی کہ طاعات و ذنوب مین انواع متعددہ ہین پھر ہر نوع
مین ایک امر مقصود بالذات ہی باقی مقصود بالعرض طاعات مین مثلاً ابواب صلوۃ کے اوامر ایک جدی
نوع اور ابواب زکوۃ کے اوامر ایک جدی نوع ابواب صوم کی جدی ابواب حج کی جدی پھر نوع
اوامر متعلقہ صلوۃ مین صلوۃ مامور بہ بالذات ہی اور طہارت اور جماعت اور مراعات صف اوّل و
تکبیر اولی و قرب امام و انتظار جماعت و رباط مسجد و وضو قبل از وقت وغیرہ مامور بہ بالعرض جنمین سے
مراعات صف اول وغیرہ تو بالعرض کے بھی بالعرض ہین اسلیے کہ مقصود اعظم ان امور سے نگاہداشت
جماعت مسجد ہی اور وجہ اس تفریق کی ظاہر ہی کون نہین جانتا کہ جماعت مین قطع نظر نماز سے کچھ ثواب
نہین ورنہ پریٹ و قواعد کیوقت ایک صف باندھکر کھڑا ہونا بھی منجملہ طاعات سمجھا جاتا
علی ہذا القیاس اور امور کو سمجھ لیجیے اور طہارت اگر بذات خود بھی مطلوب ہو تو یہ طلب جو
اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم و ایدیکم الخ سے ثابت ہی لاجرم بوجہ صلوۃ ہی بذات خود
طہارت یہان مطلوب نہین ادہر ذنوب مین دیکھیے نہی ابواب زنا جدی نوع ہی اور نہی
شراب خواری جدی نوع اور نہی سود خواری جدی نوع علی ہذا القیاس پھر نوع زنا مین
خود زنا بالذات منہی عنہ ہی اسلیے اپنے بیگانے سب سے زنا ممنوع ہی اور بوس و کنار و خلوت وغیرہ
منہی عنہ بالعرض یعنے بوجہ شہوت و اندیشہ زنا ممنوع ہین بذات خود ممنوع نہین ورنہ یہ معاملات
مثل زنا اپنی مان بہن بیٹی وغیرہ سے ہرگز جائز نہوتی بلکہ اولٹی یہان اور جا کی نسبت زیادہ
ممانعت ہوتی سو مامور بہ اور منہی عنہ بالذات کا نام تو ہم مقاصد رکھتے ہین اور مامور بالعرض
کا نام ہم وسائل و ذرائع اور دواعی رکھکر یہ گزارش کرتے ہین ان دونون قسمون مین تو

باہم ایسا ارتباط ہی جیسے چراغ اور آئینہ مین وقت انعکاس نور ہوتا ہے علاوہ برین ایک اور قسم کے احکام ہین جن سے مقصود مضمون تذلل وتعبد نہین اگرچہ یہان بھی بوجہ اطاعت تعبد لازم آجائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مرور وہور کے بعد حدود احکام متغیر نہو جائین مثلاً اُن نمازون مین جنکے بعد سنتین پڑھی جاتی ہین یہ حکم ہوا کہ فرض وسنت کے بیچ مین فصل زمان ومکان کردینا چاہیے یعنی کچھ دعا مانگ لی یا ایک دو وظیفہ مسنونہ بعد الصلوٰۃ مثل آیۃ الکرسی وتسبیح وتحمید وتکبیر پڑہکر دائین بائین یا آگے پیچھے ہٹ کر سنت مابعد کو پڑھے علی ہذا القیاس قبل رمضان اور بعد رمضان متصل روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ادھر تاخیر سحور اور تعجیل افطار کی قید لگائی مقصود ان سب سے یہی ہے کہ رفتہ رفتہ حدود خداوندی مین افزایش ہوکر ایسی خرابی حسن صورت مجموعہ احکام اسلام مین نہ آجاوے جیسے بیسر چاولون مین اُنکے اندازہ سے زیادہ گھی مٹھائی ڈالدینے سے خرابی آجاتی ہے یا فرض کیجیے کسیکے وجود مین آنکھ یا ناک وغیرہ اعضا مین سے کوئی عضو اُسکے وجود کے اندازہ سے زیادہ یا کسی انگرکھہ کرتہ وغیرہ مین آستین وغیرہ اجزاء معلومہ سے کوئی ٹکڑا اپنے اور اُس کپڑے کے اندازہ سے بڑھکر مجموعہ کی خوبی مین رخنہ انداز ہوجاتا ہے گو قطع نظر اُس سے کوئی مقدار اُن اشیاء کے لئے معین نہو مگر اس تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس باب مین اُسی کی رائے معتبر ہی جو اُس حسن خوبی کے ادراک کا حاسہ بھی رکھتا ہو اندھا حسن صورت بنی آدم مین اس قسم کی رائے نہین دے سکتا جسکی زبان نہو اطعمہ کی خوبی یا خرابی مین لب کشا نہین ہوسکتا سو ظاہر ہے کہ سوا انبیاء اس قسم کی بصیرہ جس سے صورت مثالی مجموعہ احکام اسطرح معلوم ہوجائے جسطرح آنکھ سے ہمین تمہین صورت اجتماعیہ چشم و گوش وبینی ورخسارہ وغیرہ معلوم ہوجاتی ہے عطا نہین ہوئی ہم لوگ اس باب مین اندھے ہین اور نیز اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان احکام کا محل وہی احکام ہین جنمین مراعات صورت حاصلہ ہی اور جسجگہ صورت پر نظر ھی نہین فقط معنی ہی مقصود ہی جیسے جہاد مین غرض اصلی اعلاء کلمۃ اللہ ہی وہ کو ہو یا اُنکو شرق کیطرف منہ ہو یا غرب کیطرف

تیر سے ہو یا بندوق سے سوار ہو کر کیجیے یا پا پیادہ تو ایسے احکام مین جو نسبت احکام سابقہ احکام مطلقہ مین اور وہ لنکے نسبت احکام مقیدہ یہ اس نام کے سزاوار ہین وہ اس نام کے احکام محافظت کے مداخلت نہین ہوتے جب یہ بات مقرر ہو چکی تو ہم احکام محافظت کو احکام انتظامی اور احکام محافظت نام رکھکر عرض پرداز ہین کہ ان احکام کو مقاصد اور وسائل کیساتھ ایسی نسبت ہی جیسے چراغ کیساتھ فانوس ہنڈیا وغیرہ اور آئینہ کے لئے چوکھٹا وغیرہ کو غرض یہ نہین کہ احکام انتظامی کے سوا تمام احکام فطری ہین بلکہ بعض ذرائع مقاصد سے بُعد مرتبہ کے باعث یا بوجہ خفاء عروض بالعرض بھی مرغوب غیر مرغوب نہین ہوتے ہان اگر وسائل کو بھی منجملہ احکام محافظت کہیے اور وجہ تسمیہ مین تاویلین کر لیجیے تو البتہ یہ فرق صحیح رہیگا مگر اس صورت مین تفریعات مین اُن باتوں کی مراعات ضرور ہوگی جو متفرع علیہ مین ہون +

جواب ص ۱۵

پانزدہم - عوام تو مصلحت و غیر مصلحت کو جانتے ہی نہین اسبات مین اگر لب کشا ہوتے ہین تو علما ہی ہوتی ہین ہان ہر فرقہ مین باہم فرق عموم و خصوص ہوتا ہی مگر سید صاحب نے یہ نہ لکھا کہ مصلحت مصطلح عوام کیا ہی اور مصلحت خواص ہی مراد کیا جو اسباب مین نظر کیجاتی کہ اس انتساب مین بے ادبی لازم آتی ہی یا نہین ہان سچائی کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مصلحت مصطلح عوام کچھ ایسا امر ہوتا ہی جسمین دروغ یا دروغ گوئی کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہوجاتا ہی لیکن باین نظر کہ انتساب مذکور کی بھی کئی صورتین ہین اور ہر صورت کا یکسان حکم نہین منجملہ اُنکے تعریضات بھی ہین جنکی معنی مطابقی تو مخالف واقع نہین ہوتے مگر اور موہدات مخالف واقع کیطرف کھینچ لیجاتی ہین پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہی جنمین سے ہر ایک کا حکم یکسان نہین اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہین اگرچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سبھی سے محفوظ رہی ہون ہمکو لازم پڑا کہ اسباب مین ایک تحقیق مختصر بقدر ضرورت لکھیے سو سنیے کہ بعض بعض افعال تو خیر باین معنی ہوتے ہین کہ اُنکی وضع کسی امر خیر کے لیے ہوتی ہی سو جیسے آگ احراق و حرارت کیلیے اور پانی رطوبت اور ترتیب کے لیے موضوع اور مخلوق ہوئی ہین ایسی ہی نماز مثلاً تعظیم باریکے لئے موضوع ہوئی ہی جسکی خیریت مین پھر کچھ تامل نہین اور جسمین اصلا شائبہ شر نہین اور بعض افعال شر محض باین معنی ہوتی ہین کہ اُنکی وضع کسی امر شر کے لیے ہوتی ہی سو جیسے قطع اعضا و تخریب بدن

اور فساد جسم کے لیے موضوع ہی ایسی ہی ظلم وستم آزار مردم اور زنا حد سے بیحیائی کے لیے موضوع ہوا ہے
علی ہذالقیاس اور افعال کو سوچ دیکھیے مگر بعض افعال ایسے ہین جنکی حد ذات اور مرتبہ حقیقت
مین نہ کوئی خوبی ہوتی ہی نہ کوئی بُرائی تو یہ اگر نتیجہ حسن کے وسیلہ اور امر خیر کی ذریعہ ہو جاتی ہین تو
منجملہ محاسن سمجھی جاتی ہین اور اگر کسی نتیجہ قبیح کے وسیلہ اور امر شر کے ذریعہ ہو جاتے ہین تو منجملہ
مساوی و ذمائم شمار کیے جاتے ہین مثلاً رفتار ابصار استماع وغیرہ کہ فی حد ذاتہ نہ امور حسن ہین نہ قبیح البتہ
اگر رفتار مسجد کیطرف ہی تو منجملہ طاعات سمجھی جاویگی اور اگر شراب خانہ یا بتکدہ یا چکلہ کیطرف ہی تو سیئات مین داخل
ہو جاویگی اور اگر کہین دونو مجتمع ہو جائین تو پہر غلبہ کا لحاظ کیا جائیگا مثلاً اجتماع رجال ونساء مساجد مین اگر موجب
حصول برکات جماعت ومزید ثواب ہی تو اندیشہ فتنہ اور خوف تعلق خاطر یکی با دیگرے بھی ساتھ ہی لگا ہوا ہے
اسمین اگر مکان یا زمان مین جہت اولی غالب ہوگی جیسے زمان برکت توامان حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
بوجہ کمال زہد صحابہ وصحابیات وغلبہ ایمان ابنار روزگار اندیشۂ فساد اگر تھا تو موہوم تھا تو ایسی اوقات اور
امکنہ مین اجازت ہوگی بلکہ داخل سلسلہ محاسن ہو جائیگا اور اگر کسی زمان ومکان مین جہت ثانیہ قوی
نظر آئیگی تو حکم اول منعکس بہ ممانعت ہو جاویگا اور یہ فعل از قسم سئیات سمجھا جاویگا اب اسبات کا
دیکھنا رہا کہ کذب وتعریض مین اگر قبیح ہی تو کس قسم کا ہی ہم دعوی کرتے ہین اور سب اہل عقل انشاء اللہ تعالی
تسلیم ہی کرینگے کہ کذب بمعنی گفتار مخالف واقع بذات خود قبیح نہین البتہ بلحاظ فریب یا بد اعتقادی مردم
جس سے اونکا ضرر متصور ہی یا متیقن قبیح ہو جاتا ہی ہان کذب بمعنی فہم مخالف واقع قبیح ذاتی ہی جسکو جہل مرکب
کہتے ہین اسصورت مین اگر گفتار مخالف واقع کسی موقع مین خالی از مضرت ہو جائے یا اُسکے ساتھ بعد خلو از
مضرت کوئی منفعت بھی لگ جائے یا دونون مجتمع ہو جائین تو پھر یہ ممانعت جو کذب مضر کے لیے ہے
بحال خود نرہیگی پہلی صورت مین تو بذات خود ایک لغو ہو جائیگا گو باین لحاظ کہ کذب کی عادت رہیگی تو
عجب نہین کہ کذب مضر بھی صادر ہو اور اسوجہ سے یہ عادت کذب مضر کی وسائل مین سے ہو جاویگی اور
بالعرض قبیح کذب مضر اسپر عارض ہو جاویگا اور منجملہ قبائح شمار کیا جاسکتا ہی بہرحال قبح آزار واضرار مردم سے بالفعل
یہ کذب خالی ہوگا اسکی مثال تو اُن جھوٹے قصّے کہانیونکا مشغلہ سمجھیے اور دوسری صورت یعنی جسمین بعد خلو از

مضرت کوئی نفع بھی لاحق ہو جاوی یہ کذب داخل حسنات ہوگا اسمین اگرچہ عاقل کو کچھہ شبہہ نہین ہو سکتا لیکن
بہر تسکین مثال بھی معروض ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور ترغیب یہ ارشاد لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس
او کما قال خود اسبات پر شاہد ہی کہ کذب محمود ہی ہان اگر قرینہ مقام سے قطع نظر کیجئے تو یون کہہ سکتے ہین کہ
اسمین اگر نفی ہے تو کذب یعنی اسکے قبح کی نفی ہے جس سے اسکا سیئہ اور معصیت نہونا ثابت ہوتا ہی طاعت
ہونا ثابت نہین ہوتا لیکن اسبات کا اگر لحاظ کیا جائے کہ یہ ارشاد اُس تردد اور توہم کی مدافعہ کیلیے ہے
جو بوجہ ذہن نشین ہو جانے خرابی کذب کی ایسی اصلاحوں سے مانع ہو جاتا ہے جو بیان خلاف واقع
پر موقوف ہو تو پہر یہ ارشاد مسوق لاجل المدح ہی ہوگا اور تیسری صورت مین غلبہ وقوت جہات متعارضہ
پر نظر رکھنی چاہیے اگر جہت منفعت غالب ہی تو منجملہ نافعات اور جہت مضرت غالب ہی تو منجملہ مضرات
سمجھا جائیگا پھر اگر منفعت دینی ہے تو حسنات دینی مین شمار کیا جائیگا اور منفعت دنیوی ہے تو حسنات دنیوی
مین شمار کیا جاویگا مثلاً اطعام طعام یا تعلیم علوم دنیوی پر منفعت دنیوی اور راحت دنیوی متفرع ہوتی ہی اور
تعلیم وتلقین علوم دین پر راحت دینی تو اول حسنات واحسانات دنیوی دوم حسنات واحسانات اخروی
ہین اور تزکیہ وتہذیب قلب جو بغرض انبعاث محبت رسول اللہ علیہ وسلم ہی راحت اخروی مین سے
ہونگے اور اس تفاوت کیوجہ سے اول کو ثانی سے کچھہ نسبت نہوگی مشروعیت قتال کفار اور اسکا
حسنات مین داخل ہو جانا اسی قسم مین سے ہی کیونکہ قتال مذکور قطع عضو فاسد جسمین خیر خواہی بدن
باقی ظاہر ہے منجملہ رفاہ باقی مخلوقات سمجھا گیا جب اسقدر آزار مقتولین دفع فساد کے لئے ثواب
مستحسن ٹھیرا تو کذب صریح جسمین کفار کو دھوکا دینا مد نظر ہو بغرض دفع فساد واعلاء کلمۃ اللہ
کیونکر مستحسن نہوگا اسکا آزار اُس آزار سے جس سے بڑھکر کوئی آزار دنیوی نہین یعنی قتل کچھ
نسبت نہین رکھتا جب مرض مذکور پر وہ جائز ہوا تو یہ کیونکر نہوگا اور وہ حسنات مین سے ہوا
تو یہ کیونکر نہوگا یہ مسلم کہ دفع فساد قتال مذکور سے حاصل ہوتا ہے اور کذب فی الحرب جو
بطور خدیعہ کام آتا ہے چنانچہ ارشاد ہے الحرب خدعۃ بغرض سہولت دفع فساد مطلوب ہے
اسلیے تا مقدور کذب صریح جائز نہوگا تعریضات سے کام لیا جاویگا بلکہ انبیاء کرام اگر تعریضات کو

بھی مکروہ سمجھین جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے مترشح ہے تو کچھ عجب نہین ہان جسجگہ دفع فساد خود کذب پر ہی موقوف ہو جیسا کبھی اصلاح بین الناس مین ہوتا ہے تو پھر یہ تامل بیجا ہے بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت باین معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہین خالی غلطی سے نہین پھر تسپر تعریضات جو واقع مین اقسام کذب مین سے نہین ہوتی بلکہ مشابہ کذب ہوتی ہین ہرگز مخالف شان نبوت نہین ہوسکتے علی ہذا القیاس کسی امر مستحب کا اس لحاظ سے ترک کر دینا کہ اُس مین کوئی فساد عظیم جسکا وزن منفعت استحباب سے بڑھ جائیگا پیدا ہوگا اگرچہ بظاہر مستلزم ایہام مخالفت واقع ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کسی بات کو ترک کرکے ایک انداز کو اختیار کرلینا اس جانب مشیر ہے کہ یہی انداز مستحسن ہے اور امر متروک غیر مستحسن اور یہ امر بوجہ ایہام مخالف منجملہ دروغ سمجھا جاتا ہے ہرگز مخالف شان نبوت نہین بلکہ موافق شان نبوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خانہ کعبہ کو بطور سابق رہنے دینا اور منہدم کرکے بنائے ابراہیمی پر نہ بنانا اور دہلیز کا زمین سے نہ لگا دینا اور دو دروازے ایک شرقی ایک غربی نہ بنانا حالانکہ آپ کے کلام سے اسی جانب رغبت ٹپکتی تھی اور آپ کی رغبت خود ایک دلیل استحباب ہے فقط اسی وجہ سے تھا کہ اس منہدم کرنے مین جاہلان امت سے جو اخیر مین بکثرت مسلمان ہوگئے تھے یقین ارتداد و مخالفت تھا سو آپنے سمجھا کہ اس تغیر و تبدل مین اتنا نفع نہوگا جتنا نقصان ہوگا اس تغیر و تبدل مین تو فقط اتنا ہی نفع ہے کہ وقت طواف و دخول خانہ سہولت رہیگی اور خانہ کعبہ حالت اصلی پر آجاویگا اور ظاہر ہے کہ اس مین کچھ ترقی دین نہین جو انبیا علیہم السلام کا اوّل کام ہے ہان نقصان اتنا کچھ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو اُس سے زیادہ کوئی نقصان نظر نہین آتا وہ کیا ہے ارتداد جم غفیر ہے جو بالکل مخالف غرض نبوت ہے اور پھر مخالفت بھی شدیدہ انبیا لوگون کے مسلمان کرنے کے لیے آتی ہین یہان اولٹا اور کفر بعد اسلام لازم آتا تھا الغرض انبیا علیہم السلام کو اُن اون امور مین جو بذات خود نہ حسن ہون نہ قبیح منافع و مضار پر نظر رہتی ہے پھر جیسے مزاج انسانی کی گرم سرد کہنے مین باوجود موجود ہونے اربع عناصر کے غلبہ عناصر پر نظر ہوتی ہے اسی طرح

درصورت تعارض منفعت ومضرت غلبہ کا اعتبار کیا جاویگا چنانچہ خداوند کریم نے بھی تحلیل وتحریم
مین اسی پر نظر فرمائی ہے فرماتے ہین فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما ہان کبھی یہ ہوتا ہے
کہ ایک شے اکثر مظہر مضرت ہوتی ہی اور مظہر منفعت فقط گہ وبیگاہ ہوجاتی ہے جیسے کذب اکثر اس سے
مضرت ہی نکلتی ہے تسپر کلام جس غرض کے لیے موضوع ہوا ہی یعنی اظہار ما فی الضمیر منفعت ہو یا مضرت
کذب اُسکے مخالف واقع ہوتا ہے تو ایسے مواقع مین اندیشہ مخالفت ابنار روزگار رہتا ہے اور یہ مخالفت
موجب تنزل دین وخرابی انتظام دین ہوجاتی ہے اسلیئے انبیار کرام تا مقدور تعریضات سے محترز
رہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کارپردازان کارخانجات رفاہ کو جنکی درستی ایک عالم کے احتیاج پر موقوف
ہو جیسے مثلاً مدرسۃ العلوم لازم ہے کہ ایسی باتون سے پرہیز کرین کہ عوام اہل اسلام کے نفرت کا باعث
ہو قطع نظر حرمت وکراہت ذاتی کے ایسے شخص کو بہت سے محرمات ومکروہات کے استعمال سے
ایسی خرابی کا دیکھنا پڑیگا جسکے باعث اپنی امید دیرینہ سے دست برداری اور محرومی کا کھٹکا ہے بالجملہ
انبیار علیہم السلام کے کام مین اگرچہ ریاکاری نہین ہوتی یعنی دنیا کے مقاصد کو پیرایہ دین سے
طلب نہین کرتے پر اس مین بھی شک نہین کہ دانشمندانہ ہوتے ہین جاہلانہ نہین ہوتے
سو اگر اسی مصلحت اندیشی کی تجویز پر اندیشہ کفر ہے تو یہ عین ایمان کی بات ہے کفر کا فتوے دینا ہی
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔ اسکے بعد یہ گذارش ہے
کہ بحث مباحثہ اپنا شیوہ نہین خواہ مخواہ کسیکی بات مین دخل دینے کی عادت نہین اور ہوتی بھی
تو کیا ہوتا حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایت ہوی متبعا وشحا مطاعا ودنیا موثرۃ واعجاب
کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العوام او کما قال اس زمانہ مین مستحسن یہی ہے کہ
کتنی ہی بڑی زبان کیون نہو پر اپنے مونہہ مین لیے بیٹھے رہنا چاہیے کیونکہ جو سامان خیرخواہی کے
موثر ہونیکے ہین وہ یکلخت مفقود ہوجاتے ہین اور جو سامان کہ لٹے تعصب کے ہین ایسے اوقات مین
سب فراہم نظر آتے ہین اسصورت مین موافق فرمودہ مومن سے عرض ایمان سے خدا اُس غارتگر دین کو بہیری!
مجہسے اے مومن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا + الٹا ترقی باطل کا کھٹکا ہوتا ہے۔ بالجملہ یون تو یہ کھٹکا

ہمیشہ ہی ہوتا ہے پر آجکل پہلے سے زیادہ باتین نظر آتی ہین قدیم سے لیکر آجتک جو یہ رہا کہ ایمان
کم اور کفر زیادہ تو اُسکا باعث یہ تھا کہ خواہش کا غلبہ عقل کا زور دنیا کی آخرت سے عزت زیادہ رہے
پھر ہر شخص اپنی عقل پر نازان اسلیے باوجود اس کے کہ اسلام کے لیے کتابین نازل ہوئین پیغمبر آئے
معجزے دکھلائے اولیا کی کرامتین علما کی دلائل نے حق و باطل کو ظاہر کر دیا ثواب عقاب کے وعدہ
وعید سے بنلایا ڈرایا مطیعون کو دنیا مین غالب مخالفون کو مغلوب کیا اور کفر کے لیے ان سامانون مین سے
ایک بھی نتھا کفر ہی زیادہ رہا اسلام کبھی عالم مین زیادہ نہوا حضرت موسے علیہ السلام نے بنی
اسرائیل کے ساتھ وہ احسان کیا کہ کسی صاحب قوم نے اپنی قوم کے ساتھ نہ کیا ہوگا یعنی عذاب شدید
اور قید فرعون سے چھڑا کر بادشاہ روے زمین بنا دیا تسپر وہ اولو العزمی اور توجہ اور ایسے
ایسے معجزے کا ہیکو ہوتے ہین ادھر توافق ملت اور بھی اطاعت کے لیے موید لیکن با اینہمہ
تسلیم احکام مین یہ دقت تھی کہ پہاڑون کو سر پر اُٹھا اُٹھا معلق کرنا پڑتا تھا مگر سامری کے
ایک کرشمہ بے معنی پر جو ایک صوت مہمل تھی نہ سوال تھا نہ جواب تھا دم کے دم مین سب
لٹو ہو گیے حالانکہ وہ کرشمہ بے معنی بھی حضرت موسے علیہ السلام کا طفیل تھا نہ حضرت
جبرئیل علیہ السلام اُنکی مدد کے لیے آتے نہ اُنکے اسپ مادہ کی خاک سم کی تاثیر دیکھکر سامری
اُس خاک سے اپنا کام لیتا وجہ اس برعکسی کی اور کیا ہے یہی ہے کہ یہ چار باتین حضرت موسے
علیہ السلام کی منشاء کی ترقی کی مانع اور سامری کی ترقی منشاء کے لیے موید تھین جسمین سے
اپنی عقل پر اعتقاد کر لینا جسکو بصیغہ اعجاب کل ذی رائی برایہ ادا کیا ہر خیر خواہی کے بیکار
جانے کا سبب اعظم ہے اسوجہ سے اس زمانہ مین ایسی باتون مین مغز زنی بیہودہ نظر آتی ہے
مگر کچھ آپکا اصرار کچھ مولانا محمد یعقوب صاحب کا ارشاد کچھ جناب سید صاحب کے اخلاق
والطاف کی شہرت نظر برین دردمندی و محبت اسلام نے جو ہمت والون اور خیر خواہان عالم
کے ساتھ زیادہ ہونی چاہیے رہنے ندیا پرسون یہ خط ملا تھا بعد ظہر جواب شروع کیا تھا ۔
اوقات مختلفہ مین لکھ لکھکر اسوقت مابین ظہر و عصر تمام کیا پر یہ سوچتا ہون کہ یارب

اسکا انجام کیا ہوتا ہے میرے تغییر و تبدیل والحاق و تغلیط صحیح سے دیکھیے سید صاحب راضی ہوتے ہین یا ناخوش ہوکر درپے تردید قلم اُٹھاتے ہین مگر مین نے بھی ٹھان رکھا ہے کہ ایسے جھگڑے مین پڑکر اپنی اوقات خراب نہ کیجیے ہان اگر آثار انصاف پرستی جناب سید صاحب کی طرف سے نمایان ہوئیے اور بحکم امرہم شوری بینہم اپنے خیالات سابقہ و حال مین مجھسے بھی مشورہ کرینگے تو انشاء اللہ حسب ارشاد المستشار موتمن مشورہ خیر سے دریغ نہ کرونگا مگر جب اپنی حیثیت اور اُنکی وجاہت پر غور کرتا ہون تو یہ خیال ایک آرزوی خام نظر آتی ہے اور خود مجھکو اپنے اس جنون پر ہنسی آتی ہے خیر ہرچہ باداباد اب تو آپکی خدمت مین اس مسودہ ہی کو ارسال کرتا ہون پر بنظر مصلحت چند در چند یہ گزارش ہے کہ آپ بہت جلد ان اوراق کی نقل کراکر مقابلہ کرکے نقل کو جناب سید صاحب کیخدمت مین روانہ کردین اور اس اصل کو بجنسہ بہت جلد میرے پاس واپس بھیجدین اور میری طرف سے بعد سلام یہ گزارش کر بھیجین کہ اگر اثناء تحریر مین کوئی کلمہ مخالف طبع بوجہ جہل و غفلت مجھسے سرزد ہوگیا ہو تو معاف فرماوین کہ ہم قصباتی انداز گفتگو سے خوف واقف نہین باقی یہ آپکا ارشاد کہ اجتماع اقرار توحید و کفر منجملہ محالات ہے بجا ہے کیونکہ یہ ایسا اجتماع ہے جیسا فرض کیجئے کسی روح مین حیوان ناطق اور حیوان ناہق دونون مجتمع ہوجائین سوکون نہین جانتا کہ یہ اجتماع از قسم اجتماع الضدین ہے پر اسمین بھی شک نہین کہ روح انسانی کا صورت حمار و سگ و خوک مین آجانا اور ویسی ہی ارواح کو ایسے اجسام کے ساتھ متعلق کردینا جسطرح ممکن ہی اسی طرح ایمان کا صورت کفر مین ظہور کرنا اور کفر کا صورت ایمان مین ظاہر ہونا بھی ممکن ہے اور اسی طرح کے ظہور کے بعد جیسے روح انسانی کو بوجہ صورت و جسم حیوانی سگ و خوک و خر کی اقسام مین سے شمار کیا جاتا ہے اور مثل حیوانات مذکورہ اس سے بھی ہر کسیکو نفرت ہوجاتی ہے اور تمام یا اکثر معاملات اسوقت اسکے ساتھ ایسے ہی کیے جاوینگے جیسے اور حیوانات کے ساتھ کیے جاتے ہین اگرچہ یہ جانتے ہون کہ اس جسم کے پردہ مین روح انسانی مستور ہے ایسی ہی اُس اسلام و ایمان کے ساتھ جو پیرایہ کفر رکھتا ہو خداوند بے نیاز و جمیل کو بمقتضاے اللہ

جمیل و یحب الجمال ایمان کے بری صورتون کو پسند نہین کرتا نفرت ہوجاویگی اور تمام یا اکثر معاملات وہی کیے جاوینگے جو کفر حقیقی کے ساتھ کیے جاتے ہین زیادہ حکمت بلقمان آموختن ست اللہ یہدینا و ایاکم الی سواء الصراط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم +

بعالیخدمت جناب سید احمد خانصاحب عافاہ اللہ وایاے فی الدنیا والآخرۃ

کمترین ہیچمدان محمد قاسم بعد سلام مسنون گزارش پرداز ہے کہ کل دوشنبہ کے دن دیوبند سے آپکا وہ عنایت نامہ جسمین تیرہ سوال متعلق زمین وآسمان تھے اس ہیچمدان کے پاس پہنچا اور باعث حیرت ہوا وجہ سوال دیر تک سوچی کچھ سمجھ مین نہ آئی تسپر آپ جیسے عاقل وفہیم وواقفکار کلام اللہ وحدیث کیطرف سے ان سوالونکا آنا اور بھی تعجب انگیز ہے جی تو یہی چاہتا تھا کہ کیون اس جھگڑے مین پڑیے اور اپنی اوقات کو خراب کریے پر آپکی عنایتون کی مکافات تھوڑی بہت ضروری سمجھکر جواب سوالات تفصیل تو نہین لکھتا ہان بتقریب جواب خط کچھ اشارہ کیے جاتا ہون جناب سید صاحب اپنا تو یہ مشرب ہے اور آپ غور فرمائینگے تو آپ بھی انشاء اللہ ہماری ہی راہ لینگے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم زبان ولغات کے لیے تشریف نہین لائے بلکہ اُسی زبان کے محاورات مین امتیون کو تعلیم فرمایا ہے جو اُنکی اصلی زبان ہوتی ہے خود خداوند کریم فرماتے ہین وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اس صورت مین سماء اور ابواب کے معنی جو کچھ زبان عربی مین ہونگے وہی لینے ضرور ہونگے ہان ہر زبان مین جیسے حقیقی معنون مین الفاظ کو استعمال کرتے ہین اور بے تکلف اُن الفاظ سے وہ معانی مراد لیتے ہین تنبیہ اور قرینہ کے محتاج نہین رہتے ایسے ہی بعض اوقات بہدایت قرائن معنی مجازی بھی مراد لیتے مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ اس صورت مین معنی مجازی کا لینا خود معنی حقیقی کی تحقیق کی دلیل ہوگا والعاقل تکفیہ الاشارۃ علی ہذا القیاس ابواب اور اعداد مثل خمس مائۃ اور ستین اور سبعون وغیرہ الفاظ سے معانی وہی مراد لیے جائین جو معانی عرب کے لوگ انسے مراد لیتے ہین اور بایں خیال کہ میرے یا تمہارے

خیال میں یہ باتیں اور یہ مضامین محض بے فائدہ سمجھ میں آتے ہوں اُن معانی میں انحراف بجا ہیے آپ
بھی فرمائیں کہ آپکی اور ہماری عقل اور دانش ہی کیا ہی جسکی بتی خدا کی مصنوعات میں رائے لگانے کو تیار
ہیوں ہمارے وجود میں جسقدر اجزار بند ہیں انکی حقیقت اور انکی غرض آجتک ہمکو معلوم نہیں ہوئی اور
اگر ایک عضو کی نسبت کوئی سخن ناتمام کسی نے کہہ بھی لیا تو کیا ہوا اس سارے عالم کی اجزا اور ارکان
ہمکو کیا معلوم ہونگی اور پھر انکے حقائق اور اغراض کی کیا اطلاع ہوگی اسلیے کلام شارع میں جس امر کی
خبر یا جس حقیقت کے اثر کا ذکر ہو ہمکو بے تامل ماننا ضرور ہے ہاں مراتب اختیار کے موافق مراتب
تسلیم وایمان کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے مگر چونکہ ادنٰے درجہ کی روایت حدیث سے بشرطیکہ کسی
اعلے درجہ کی روایت یا اپنی کسی مساوی ہی درجہ کے معارض نہو بڑے بڑے مورخونکی روایتون
سے زیادہ قابل اعتبار ہے اسلیے کہ محدثین نے جن شرائط کو روایت میں ملحوظ رکھا ہے اور
سے انکا لحاظ نہو سکا اور نہ انکے راوی حدیثوں کی روایت کو پہنچیں وہ ضعیف ہی کیوں نہوں
تو اسلیے فرق مراتب مذکور اگر کچھ اثر کریگا تو اہل ایمان کے حق میں اعتباری کے مراتب کے
بڑھانے گھٹانے میں اثر کریگا موجب بے اعتباری نہوگا بہر حال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے
نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہی جسقدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہیے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے
بڑھکر بھی سمجھا ہی تو اسکی یہ وجہ ہی کہ قیاس با خود حدیث صحیح یا متواترات سے ہوتا ہی اس صورت میں حدیث ضعیف سے
قیاس بڑھکر زیادہ حدیث صحیح یا متواترات اُس سی بڑھکر رہی ہاں اگر خدا اور رسول کیطرف جھوٹ بولنیکا احتمال ہو
یا قدرت خدا کی سامنے ایسے ایسی امور عظام کا پیدا کرنا محال ہو تو البتہ ایسی باتوں میں تامل کی گنجایش ہے
مگر آپ ہی فرمایے کہ ان باتوں میں سے کونسی بات محال ہے خداوند قدیر ایسے سات جسم جنکا
دل تو پانسو برس کی مسافت کے برابر ہے اور وسعت کو خدا جانے نہیں بنا سکتا یا اُن میں
پانسو برس کی مسافت کے موافق فاصلہ نہیں رکھہ سکتا اور یا آفتاب اور قمر کا اپنے حیز سے
حرکت کرنا محال ہے یا آسمانوں میں دروازونکا ہونا منجملہ ممتنعات ہے یا سات زمینیں مثل سات
توپ کے گولوں کے جدی نہیں بنا سکتا یا انکے بیچ میں پانسو برس کا فاصلہ نہیں رکھہ سکتا

یا اُنمیں آبادی نہیں ہو سکتی ممکن اور محال کی تعریف کو ان امور پر مطابق کر کے دیکھیے معلوم نہ ہو تو پوچھیے ہاں اتنی گذارش ملحوظ رہے کہ محال و ممکن کی تعریف کسی کسی کو معلوم ہے یہی وجہ ہوئی کہ بڑے بڑے آدمی اکثر ممکنات کو محال سمجھ بیٹھے مگر پہلے سے کسی کی نسبت یہ گمان کر لینا کہ وہ سمجھتے ہونگے کسی عاقل کا کام نہیں اور نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ خاتم النبیین سے یہ بات بالیقین سمجھنی ضرور ہے کہ عالم میں اس زمین میں کوئی نبی ہو یا کسی اور زمین میں سب آفتاب ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مستفید ہیں جیسے آفتاب سے آئینہ مستنیر یا قمر منیر یا نیرات افلاک یا ذرات خاک یعنی جیسے رد بوار مقابل آئینہ مستنیرہ کے نور معدن کے تجسس کرتے ہیں تو فرض کرو آئینہ پر نظر پڑتی ہے اور اسکے نور کے بعد معدن کو ڈھونڈھتی ہے تو آفتاب تک پہنچتے ہیں اور پھر آفتاب پر سیر ختم ہو جاتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آفتاب کا نور کہیں اور سے اسیطرح آیا ہے ایسے ہی اور انبیا کی نبوت تو آپکی نبوت کا پرتو ہے پر آپکی نبوت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اسبات کو آپ کے دین کا ناسخ الادیان اور آخر الادیان ہونا اسیطرح لازم ہے جیسے آفتاب کے نور کا اور انوار کو محو کر دینا یا کھیتی میں بال کا سب میں پیچھے ظاہر ہونا اسبات کی تحقیق زیادہ مطلوب ہو تو رسالہ تحذیر الناس مولفہ احقر مطبع صدیقی بریلی سے منگا دیکھیے اس وقت اور نبیوں میں جو انبیا آپ کے مشابہ ہونگے انکی مشابہت ایسی ہوگی جیسے عکس آفتاب جو آئینہ میں ہوتا ہے ہو بہو آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے اور پھر سب جانتے ہیں کہ آفتاب اصل ہے اور عکس آفتاب اُسی کا پرتو اور نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ جیسے آگ کو دیکھکر حرارت کی نسبت بھی یقین ہو جاتا ہے اسی طرح حرارت کو کہیں پاکر آگ کا تیقن کم فہمی کے نشانی ہے بہ جدی بات رہی کہ حرارت کے لیئے جیسے آفتاب سبب ہو سکتا ہے ایسے ہی آگ بھی سبب ہو سکتی ہے سو طلوع و غروب و صیف و شتا خسوف و کسوف کا حساب جیسے اس صورت میں راست آجاتا ہے کہ آفتاب کو ساکن مانیئے اور زمین کو متحرک رکھئے ایسی ہی اسطرح بھی برابر آتا ہے کہ آفتاب کو متحرک کہیے اور زمین کو ساکن تجویز کیجیے علی ہذا القیاس اگر آفتاب کے لیے حرکت سالانہ ہو اور زمین کے ایسے حرکت وضعی مخالف جہت حرکت آفتاب ہو تب بھی یہی ثابت ہے اور اگر دونوں کو متحرک فی المدارین رکھیے پر ہر ایک

کی جہت جدی ہو اور سرعتہ وبطو میں یہ حساب ہو کہ جتنی دیر میں بطلیموسیونکے نزدیک آفتاب اپنا دورہ پورا کرتا ہی اُس سے دوچند دیر تو اُسکے لیئے رکھیے اور جتنی دیر میں فیثاغورسیوں کے نزدیک زمین اپنی حرکت وضعی پوری کرتی ہے اُس سے دوچند دیر اُسکے لیے رکھیے تو بھی یہی حساب برابر آئے اور اگر سرعت وبطو میں اس تفاوت کے سوا اور تفاوت تجویز کیجیے پر جتنا ادھر گھٹتا ہے اُدھر اُتنا ہی بڑھا دیجے مثلاً یہ چالیس ۴۰ گھنٹہ میں دورہ پورا کرے تو وہ چھپن ۵۶ میں حرکت مجوزہ طرفین سے کسی کی حرکت زیادہ سریع ہو تو پھر ہزار ہا اصل نکل آئینگی اس صورت میں یقین احتمال واحد بالیقین اُس سے بھی زیادہ نادانی کی بات ہی کہ کسی پتھر کی فقط حرارت کے وسیلہ سے آگ کا تعین کر لینا کیونکہ ہاں دو تین ہی اصل تھی یہاں غیر متناہی احتمال ہیں ہاں جیسے آگ کے وسیلہ سے پتھر کی حرارت کا بالیقین اپنی آنکھ کے بھروسے یا کسی مخبر صادق کے بھروسے کر سکتے ہیں ایسی ہی تعین احتمال واحد یعنی حرکت آفتاب بوسیلہ قرآن شریف یعنی جہت یسبحون وغیرہ اور نیز احادیث کثیرہ کر سکتے ہیں باقی اس سے زیادہ گفتگو کرنی کہ پھر زمین بالکل ساکن ہی ہے یا کوئی حرکت اسکی بھی ہے اور کواکب میں آبادی بھی ہے یا نہیں اور زمین ٹھوس ہے یا اسکے بیچ میں کچھ خلو یا آبادی بھی ہے اور آسمان محیط عالم کروی یا بیضوی ہے یا مثل تختہ مسطحہ ہے ایک وسیع چیز اور سیارہ میں سے ہر ایک کے لیئے آسمان ہی یا ایک ہی میں مرکوز ہیں یا کسی میں مرکوز نہیں تو اُن میں افلاک جزئی ہیں یا آسمان کا ثخن ایک جسم سیال ہے اور اسی وجہ سے کواکب اسطور سے متحرک ہیں کہ قرب وبعد مشہودہ صحیح ہو جاتا ہی اور باایں ہمہ مثل آب حوض کہ باوجود متحرک وسیلان کے مجموعہ کا حیز وہی رہتا ہے آسمان بھی اپنے حیز سے نہیں نکل جاتا علی ہذا القیاس یہ بات کہ اُن دروازوں میں کنڈے زنجیر بھی ہیں یا انگریزی کھٹکے ہیں اور ایسی ہی یہ بات کہ کواکب تمام بالذات روشن ہیں یا بالعرض یہ ساری باتیں ہماری توجہ و توغل کے قابل نہیں کیونکہ امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کی طرف سے کوئی تصریح نہیں ہاں عرش کرسی میں بعضے الفاظ اسجانب مشیر نہیں کہ یہ دو چیزیں ہفت آسمان سے علیحدہ ہیں اور بعض الفاظ اس جانب

موہم ہیں کہ انہیں میں دو کا نام عرش کرسی ہے مگر چونکہ اس باب میں شارع کیطرف سے نہ کوئی تصریح ہے نہ تکلیف عقیدہ براہ استدلال اسلیے نہ آپ کو اس باب میں سوال مناسب ہے نہ ہمکو جواب۔ واللہ اعلم بالصواب بالجملہ جیسے اس جملہ میں کہ کچہری کھل گئی یا اُسکا دروازہ کھل گیا بعد استماع اور علم وضع حاجت تحقیق نہیں رہتی کہ دروازہ سے کیا مراد ہے اور کچہری کی کیا حقیقت اسیطرح نصوص شرعیہ معلوم الوضع غیر متشابہ اشیا کو سنکر اُنکے معانی یا حقیقت میں متامل ہونا آپ سے عاقلوں کا کام تو کیا جاہلوں کا کام بھی نہیں اور جو بات شارع کیطرف سے بیان ہوئی اور احتمالات عقلی اُس میں گونا گون ہوں اُسکی تحقیق بغرض عقیدہ محض تضیع اوقات اور اگر خدانخواستہ پاس سخن ہے اور آپ سے عاقلوں کو کاہے کو ہوگا تو اُسوقت نہ پوچھنے سے کچھ فائدہ نہ بتلانے سے کچھ نفع والسلام فقط شکر ہے کہ سید احمد خاں صاحب کے خط کا جواب ختم ہوا + **تمت**

جواب مولوی محمد قاسم صاحبؒ کا درباب تقلید و تراویح آٹھ رکعت اور پڑھنا ضاد کا بمخرج ظا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدمت میں علماء دین کے عرض ہے کہ ایک شخص کوہ لنڈھورہ پرگنہ نگینہ ضلع بجنور کا رہنے والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بمخرج ظاء پڑھو ورنہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آٹھ رکعت پڑھو بیس رکعت پڑھنا فضول ہے اور تقلید کسی امام کی نہ کرنا چاہیے جس حالت میں کہ چاروں مذہب درست ہیں پھر امام اعظم رحمۃ اللہ کی تقلید سے کیا فائدہ ہے جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرماکر ارسال کریں کہ اُس شخص کو جواب دیا جاوے +

جواب ۔ مخدوم من میانجی گھیسا صاحب سلامت ۔ بعد سلام یہ گزارش ہے کہ میں پرسوں تیسرے روز پیر کے دن دیوبند سے یہاں اپنے وطن میں پہنچا آپکا خط ملا دیکھ کر رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہے کہ آجکل جسطرف سے صدا آتی ہے یہی آتی ہے کہ وہاں مسلمانوں میں اختلاف ہے وہاں نزاع ہے کہیں سے اتفاق کی خبر نہیں آتی ہاں کفار کے جتنے افسانے سنے جاتے ہیں

یہی سنتے جاتے ہیں کہ یوں اتفاق ہے اسطرح اتحاد ہے خیر بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہیے آپکی خوشنودی خاطر منظور ہے اسلیے جواب لکھتا ہوں ورنہ ایسے جھگڑوں میں دخل دینا محض فضول سمجھتا ہوں - جناب من جیسے بے کی جگہ تے اور دال کی جگہ ذال اور حا کے بدلے خا اور شین کی عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مکان میم نہ کوئی پڑھتا ہی نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنے سے لیکر اعلے تک ہر کوئی اسبات کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظا پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جسکی بُرائی خود کلام اللہ میں موجود ہی پھر معلوم نہیں آجکل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہدیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتوؤں کی مہروں کو دیکھکر بہل جاتے ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوؤں کا لکھنا ہر کسیکو نہیں آتا ۔

اب تقلید کی بات سنیے لاریب دین اسلام ایک ہے اور چاروں مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہے اور سارے طبیب کامل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق معالجہ ہی اور پھر وقت اختلاف تشخیص اطبا یا مخالفت راے ڈاکٹران جس طبیب کا علاج یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہی ہر بات میں اُسی کا کہنا کیا جاتا ہے دوسرے طبیب کی یا دوسرے ڈاکٹر کی راے نہیں سُنی جاتی ایسے ہی وقت اختلاف آئمہ و مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع کیا جائے ہر بات میں اُسی کی تابعداری ضرور ہے ہان جیسے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا علاج چھوڑ کر دوسرے کیطرف رجوع کر لیتے ہیں اور پھر بعد رجوع ہر بات میں دوسریکا اتباع مثل اول کیا جاتا ہے ایسے ہی کبھی کبھی بعض بزرگوں نے زمانۂ سابق میں کسی وجہ سے ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات میں دوسرے ہی کا اتباع کیا یہ نہیں کیا کہ ایک بات اُنکی لی اور ایک بات اُنکی لی اور اس تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچواں انداز گھڑ لیا امام طحاوی جو بڑے محدث اور فقیہہ ہیں پہلے شافعی تھے پھر حنفی ہوگئے تھے بالجملہ بے تقلید کام نہیں چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کروڑوں عالم

یہ محدث گزر گئے پر مقلد ہی رہے امام ترمذی کو دیکھیے کتنے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تھے ترمذی شریف کو دیکھ لیجیے جب ایسے ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی رہے امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کونسا عالم ہوگا جسکے ذمہ تقلید ضروری نہو اور اگر کسی بڑے عالم نے اماموں کی تقلید نہ کی بھی تو کیا ہوا۔ اول تو کروڑوں کے مقابلے میں ایک دو کی کون سنتا ہے جس عاقل سے پوچھو گے یہی کہیگا کہ جسطرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی باایں ہمہ یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ اس بات میں عالموں کی چال ہم اختیار کریں یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مریض جاہل کسی طبیب کو مرض کے وقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دوسرے طبیب سے دوا نہیں پوچھتا یہ دیکھکر یہ بھی یہی انداز اختیار کرے اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبوں سے کام نرکھے تم ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائینگے یا بیوقوف سو ایسے ہی کسی عالم کو غیر مقلد دیکھکر جاہل اگر تقلید چھوڑ دیں تو یوں کہو علم تھا یا نہ تھا عقل دین بھی دشمنوں ہی کو نصیب ہوئی اور جاہلوں کو جانے دیجیے آجکل کے عالم یقین جانیے کل نہیں تو اکثر جاہل ہی ہیں بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں دو کتابیں اردو کی بغلی میں مار کر وعظ کہتے پھرتے ہیں اور علم کے نام کا بھی نہیں جانتے۔ کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم کی ہر ایک کتاب طالبعلم کو پڑھا سکے باقی رہی تراویح اس میں جو آجکل کے ملانوں نے تخفیف نکالدی ہے بیس میں کی آٹھ کردی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آتی ہے پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتیں جو حدیث میں آئی ہیں تو وہ تہجد کی رکعتیں ہیں تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز تراویح کی بیس ہی رکعتیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہزارہا صحابہ تھے اس زمانے سے لیکر آجتک کسی نے بیس رکعت میں کچھ حجت نکی تھی مگر آجکل ایسے ان پڑھے امی عالم پیدا ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر اور صحابہ کی بھی غلطی نکالی سبحان اللہ یہ مونہہ اور مسور کی دال باقی یہ کہنا کہ عمرؓ سے پہلے بیس رکعتیں

نہیں پڑھتے تھے یہ خیال خام ہے یہ بات اتنی بات سے کیونکر نکل آئی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بیس کا اہتمام شروع ہوا دیکھیے پہلے زمانہ میں نکاح ثانی کا اسلیے چنداں اہتمام نہ تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھتے تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر خیر کو آجکل معیوب سمجھنے لگے انہوں نے اس کا ذکر اپنی تصانیف میں کیا آخر کار اُن کی اولاد اور اُن کے شاگردوں نے اسکو جاری کرنے میں کمر باندھی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ نکاح ثانی شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان کا ایجاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہیں ایسے ہی بیس رکعت کو حضرت عمرؓ اور اُن کے زمانہ کے صحابیوں کا ایجاد نہ سمجھیے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھیے ورنہ اسکے یہ معنے ہوئے کہ حضرت عمرؓ سنی نہ تھے انکے زمانہ کے صحابہ سنی نہ تھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مٹا دیا۔ اپنی سنت جاری کردی۔ اب تمہیں فرمائو حضرت عمرؓ اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا برا سمجھنے والا کون ہوتا ہے؟ میاں جی صاحب حضرت عمر اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثوں میں موجود ہے ایک دو حدیث لکھے دیتا ہوں انہیں مولوی صاحب سے انکا ترجمہ کرا لینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہیں ایک حدیث تو یہ لیجیے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی۔ دوسری یہ لیجیے۔ اقتدوا بالذین من بعدی۔ تیسری یہ لیجیے۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم فقط

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب تصفیۃ العقائد جس مین تین مکتوبات حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہین پہلا مکتوب جواب ہے اُن عقائد کا جو سر سید احمد خان سی ایس آئی نے لکھ بھیجے تھے دوسرے مکتوب مین آسمان اور اسکے دروازون کا ثبوت ہے۔ تیسرے مین مصلحت تعلیم کا بیان اور تراویح کا تذکرہ ہے بتصحیح مولوی محمد عبد الرحمن سلمہ الرحمن باہتمام راجی غفران محمد عبد الاحد سلمہ الصمد مطبع مجتبائی دہلی مین طبع ہو کر بصیرت افزائے ناظرین ہوئی فقط

کتب مفصلہ ذیل کے سوا ہر قسم کی کتابیں مطبع مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہیں

از تصانیف مولانا محمد قاسم صاحب رح — تقریر دلپذیر — دلیل محکم — ہدیۃ الشیعہ — تحذیر الناس

لطائف قاسمیہ — حجۃ الاسلام — حق الصریح فی اثبات التراویح — تصفیۃ العقائد مجتبائی — رسالہ تحفہ لحمیہ

۱/ ۳/ ۲/ ۱/

فیوض قاسمی — مباحثہ شاہجہانپور — میلہ خدا شناسی — قصائد قاسمی — آب حیات — قبلہ نما مجتبائی

۲/ ۶/ ۲/ ۵/

اجوبۂ اربعین — انتصار الاسلام — تقریر العلوم حصہ اول — حصہ دوم — حصہ سوم — زبدۃ المناسک مولانا

زیر طبع — ۲/ — زیر طبع — ۸/ — ۸/ — ۳/

فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب در دو جلد مجتبائی — تنقیح المسائل رد شیعہ — آیات بینات حصہ اول و دوم — ہدایۃ الشیعہ

براہین قاطعہ مع انوار ساطعہ — انتصار الحق مطبوعہ صدیقی — ازالۃ الغین حصہ دوم در دو جلد — تحفۃ الہند — حجۃ اللہ

۱۲ — ۹/ — ۱۰/

تحفۂ اثنا عشری — فتح المبین جواب الظفر المبین — اعتراضات اہل السنۃ علی مسائل اہل البدعۃ از مولوی محمد شاہ

درۃ النظام فی قرأۃ خلف الامام — ظل الغمام نظامی — رد وہابیہ مصری — منتہی الکلام رد شیعہ مولوی حیدر علی صاحب

۲/ ۱۰/

ابحاث ضروری — حارق الاشرار مجتبائی — تذکرۃ الراشد — نتیجہ در جواب نتیجہ وغیرہ — ایضاح الحق مولانا اسمٰعیل شہید

۲/ ۱۳/ ۶/

اصلاح الحق الصریح عن احکام المحدثۃ الحسن و القبیح مولوی کمال احمد صاحب سکندرپوری — رشید مصطفائی — رشیدیہ عا

الضافت شاہ ولی اللہ مع ترجمہ — انصاف مع ترجمہ اردو از حضرت مولانا محمد احسن صاحب مد ظلہ — افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ و

البحر الزخار از قاضی صاحب — انتصار معیار الحق — فتوائے میلاد مجتبائی — رسالہ حقہ — ظفر مبین حصہ دوم — ہدایۃ الشیعہ

زیر طبع — ۱۳/ — ۱/

کلام المبین فی جواب فتح المبین — رد انشقاق — تقویۃ الایمان — عقد الجید — موضوعات شوکانی

۱۴/ — ۵/ — ۱۰/ — ۱۲/

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

م ق - ت ۲۹۷۶۴۴

محمد قاسم صاحب

تصفیۃ العقائد

[illegible]

[illegible]

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ
۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس عاملہ، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکتے ہیں
۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و گریجویٹ عہدہ داران جامعہ و اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔
۳۔ طلباء میں رجسٹر شدہ دو کتابیں بی اے اور انٹرمیڈیٹ کے طلبہ تین کتابیں ایم اے، ایل ایل بی و تحقیقاتی جماعتوں کے طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکتے ہیں
۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلبہ سے بحساب ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔
۵۔ بلا شرط موقع کتابیں گر جاری کی جائیں گی مگر اس غرض کے لیے کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔
۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو ... ذمہ داری عائد ہوگی۔
۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان پنسل یا سیاہی سے نہ لگایا جائے۔
۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی فقط